امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون

مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 63/73

مورخہ ۱۳؍شعبان المعظم ۱۴۴۴ھ مطابق ۶؍مارچ ۲۰۲۳ء روز سوموار

شمارہ نمبر 10

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں

■ دینی مسائل، حکایات اہل دل

■ وعدہ خلافی، ہمارے سماج میں!

■ اسلام فلسفہ نہیں، نظام حیات

■ نصب العین کی تعین کے بغیر......

■ گیارہ سہیلیوں کا قصہ

■ زمانہ شناس علماء کیسے تیار ہونگے

■ اخبار جہاں، ملی سرگرمیاں، ہفتہ رفتہ

مسجد-معاشرے کا دھڑکتا ہوا دل

افادات

امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی مدظلہ

مرتب

مولانا رضوان احمد ندوی

مسجدیں شعائر اسلام اور مسلمانوں کا مرکز ہیں اس کا مسلم سماج میں وہی مقام ومرتبہ ہے جو انسانی جسم میں دل کا ہے، جس طرح دل کی حرکت کے بغیر زندگی کا کوئی تصور نہیں کیا جا سکتا اسی طرح مسجد کے بغیر اسلامی معاشرہ کا تصور ناممکن ہے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ بذات خود صحابہ کرام کی رفاقت میں سب سے پہلے مسجد نبوی کی تعمیر کی اپنے ہاتھ سے مٹی گوندھتے، اس کی تعمیر میں کچی اینٹیں اور کھجور کے تنے اپنے ہاتھ سے سجاتے اس طرح چھت کھجور کی ٹہنیوں اور پتوں سے بنائی گئی، اور اسی مسجد سے متصل ایک چبوترہ تعلیمی مقصد کے لیے بنایا گیا، جسے صفہ کہا جاتا ہے، یہ گویا اسلامی تاریخ کا پہلا مدرسہ تھا اور مرکز اسلام کا مضبوط قلعہ بھی، جہاں اسلام کے بہت سے اصول وقوانین ترتیب پائے جاتے، اسی مسجد سے دعوت اسلام کے لئے وفود کے دورے بھیجے جاتے، فوجی ٹرننگ دی جاتی، باہمی تنازعات حل ہوتے اس طرح یہ مسجد تعلیم وتزکیہ کے ساتھ دارالشریعہ بھی تھی اور دارالامان بھی، روایتوں میں آتا ہے کہ ایک دیہاتی مسجد نبوی میں آیا اور پیشاب کرنے لگا، ان پر صحابہ کی نظر پڑی تو وہ اس کو روکنے کے لیے دوڑ پڑے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو منع کیا اور فرمایا کہ پیشاب کرنے دو، جب وہ فارغ ہوگیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت ہی محبت آمیر لہجہ اور شیریں انداز میں فرمایا کہ بھائی ! یہ عبادت گاہ ہے، یہاں نماز وتلاوت ہوتی ہے ایسی پاک وصاف جگہوں پر گندگی نہیں پھیلانی چاہیے، یہ گناہ ہے، بات بہت معمولی سی ہے، مگر اس واقعہ میں ہمارے لئے بہت سی پند ونصیحت پنہاں ہیں، اگر صحابہ کرام مارتے پیٹتے یا اس کو دوڑاتے، بھگاتے تو وہ پوری مسجد میں گندگی پھیلا دیتے، یا کم ازکم اگر وہ پیشاب روک لیتے تو اس سے اس کی طبیعت کے بگڑنے کا خدشہ پیدا ہوسکتا تھا، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمت ودانائی کیساتھ اس کو نصیحت بھی کی اور امت کو پیغام بھی دیا کہ جو بھی مسجد میں آئے انہیں آنے دو، وہ اسلام کی روشن تعلیمات کو جاننے اور سمجھنے کے لئے آیا ہے، معلوم ہوا کہ مسجد امن وسلامتی کا گہوارہ ہے، یہاں جو داخل ہوا اب اس پر کوئی دست درازی نہیں کرسکتا کیونکہ یہاں اللہ کی بے شمار رحمتین نازل ہوتی ہیں۔

اور جس طرح مسجد نبوی کی تعمیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم محنت ومشقت برداشت کررہے ہیں، کھجور کے پیڑ کی چھالیں نکال رہے ہیں، مٹی گوندھ رہے ہیں، ایک مومن کے لیے لازم ہے کہ وہ بھی مسجد کی تعمیر میں اپنے دست وبازو کو استعمال کرے اور خود آگے بڑھ کر اینٹ اور گارے، مستری تک پہونچائے تا کہ اس کے اعمال وافعال سے عبودیت وبندگی کا اظہار ہوسکے، حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اللہ کی خوشنودی کے لئے مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت مین شاندار گھر تعمیر فرمائے گا، اس سے بڑھ کر کہا، خوش نصیبی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسول اپنی زبان وحی ترجمان سے جنت کی بشارت سنائیں اور اللہ اس کے بدلہ میں جنت میں گھر عطا کردیں جو دلیل ہے اس کی رضا اور خوشنودی کی، صرف روپے پیسے دے کر کنارہ ہوجانا مومنانہ شان کے خلاف ہے، آگے بڑھیے اور اینٹیں اٹھایئے، جب آپ اپنے ہاتھ سے تعمیر میں تعاون کریں گے تو دل میں خوشی ومسرت کی خاص کیفیت اور لذت محسوس کریں گے۔ اگر یہ نہ ہوتو پھر اس کو یقین کرلینا چاہیے کہ وہ لذت کی نعمت سے محروم ہے، اس لیے جس سے جو ہوسکے مدد کرنی چاہیے، جس طرح روپے دینے والے کو اجر ملتا ہے، اسی طرح اس کو بھی ثواب ملتا ہے، جو جسم سے مدد کرے اور یہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے کہ آپ نے بدست خود تعمیر مسجد میں حصہ لیا اس لیے ایک موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ مسجد سے تعلق رکھتا ہے اور اس کی خدمت اور نگہداشت رکھتا ہے تو اس کے لیے ایمان کی شہادت دو۔

مسجد شعارِ اسلام ہے، حدیث میں ہے کہ تم جب کوئی مسجد دیکھ لو یا آذان سن لو تو پھر قتال نہ کرو، دوسرے یہ کہ مسجد محل صلوٰۃ اور مرکز عبادت ہے، جہاں رحمت الٰہی کا ہمیشہ ترشح ہوتا رہتا ہے، اور یہ مسجد اسی وجہ سے کعبہ کے مشابہ ہوجاتی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

’’جو پاک وصاف ہوکر گھر سے فرض نماز کے لئے نکلتا ہے اس کا اجر محرم حاجی کے برابر ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ)

ہاں اب جب مسجد تعمیر ہوجائے تو اس کی تعظیم وتکریم کریں، ہمہ دم اسے تسبیح وتہلیل سے آباد رکھا جائے، اس کو صرف پنج گانہ نماز تک محدود نہ رکھئے بلکہ اس کو اسلامی مرکز بنایئے، وہاں تعلیم کے حلقے قائم کیجئے، تعلیم بالغان کا بھی نظام بنایئے، ذکر وتلاوت اور تسبیح وتہلیل کیجئے، وہاں ایک چھوٹی سی لائبریری بھی ہونی چاہیے جہاں ہر عمر کے لوگوں اور بچوں کے مطالعہ کے لئے دینی ومذہبی کتابیں ہوں اگر تمام مومن بندے مساجد کو مرکز اسلام بنا کر رشد وہدایت اور تزکیہ نفس کرنے لگیں تو یقین مانئے کہ اس سے عبادت میں روحانیت ونورانیت اور فکر ونظر میں وسعت وبلندی ہوگی، اور ایسے اصحاب خدائی نصرت کے مستحق ہوں گے۔

جب یہ سب کچھ ہوگا تب ایسی مسجد کو مسجد نبوی کا عکس جمیل تصور کیا جائے گا۔ اسی طرح آپ اپنی مسجد کو عام رفاہی وفلاحی امور کو انجام دینے والا سنٹر بھی بنایئے۔

اس بات کو سمجھئے کہ ہمیں مسجد کے کونسپٹ کو واپس مسجد نبوی کے کونسپٹ کی طرف لے کر جانا ہے، مسجد نبوی کا کونسپٹ کیا ہے؟ آپ کو پانی کی ضرورت ہے، پانی ملے گا، آپ کی مسجد بن رہی ہے، اس میں روڈ کی جانب ٹھنڈے پانی کا انتظام کروایئے، تا کہ آنے والا ہر شخص چاہے وہ مسلمان ہو، چاہے وہ کسی بھی ذات کا ہو، کسی بھی مذہب کا ہو، اس کو پیاس لگی ہے، پانی پلانا ہے، روڈ کی طرف پانی کے نل لگوایئے، تا کہ اس کو پانی ملتا رہے، ماشاء اللہ آج کل پروڈکشن بہت اچھی ہوگئی ہے انڈسٹریز کی، فیکٹریز کی، ایک زمانہ تھا جب چپل اور جوتا نہیں ملا کرتا تھا، لوگوں کو چپل اور جوتا ہاتھ سے سینا پڑتا تھا، لیکن ماشاء اللہ آج ہر کسی کے چار چار جوڑے ہیں، لیکن ابھی بھی ایسے لوگ ہمارے معاشرہ میں ہیں جن کے پاس چپل نہیں ہے، جن کے پاس جوتے نہیں ہیں، اور آپ کے پاس جو دوسری چپل رکھی ہوئی ہے، جو دوسرا جوتا رکھا ہوا ہے، وہ بہت اچھا ہے، آپ اس کو استعمال نہیں کررہے ہیں، وہ رکھے رکھے سوکھ رہا ہے اور پھٹ رہا ہے۔ روڈ کی جانب ایک ریک لگا دیجئے، جس میں جس کے پاس اچھا جوتا ہو اس کو پالش کر کے ریک میں رکھ دے، جس کو ضرورت ہو، اٹھائے، دیکھے اور پہن کر چلا جائے۔ کپڑا ہے، آج سب کے پاس ہے، لیکن اسی معاشرے میں ایسے بھی لوگ ہیں، جن کے پاس دوسرا کپڑا نہیں ہے، بس ایک ہی جوڑا ہے، آپ کے پاس پانچ پانچ جوڑے ہیں، آپ کے پاس وہ کپڑا ہے جس کو آپ نہیں پہن رہے ہیں، آپ نے سالوں سے نہیں پہنا ہے، آپ اس کپڑے کو دھو کر کے، ایک ریک میں رکھ دیجئے، جس کو ضرورت پڑے، پہن کر چلا جائے، کسی سے مانگنے کی ضرورت نہ پڑے۔

اگر ہم لوگ مسجد میں ان سب چیزوں کا خیال کریں گے تو بہت اچھا ہوگا، رسول اللہ مسجد میں گیے، ایک طرف صحابہ بیٹھ کر ذکر کررہے ہیں، اور دوسری طرف کچھ صحابہ کرام قرآن شریف پڑھ رہے ہیں، وہ ایک دوسرے کو سمجھا رہے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے فرمایا کہ دونوں ہی مجلس میں خیر ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کی مجلس میں جا کر بیٹھ گیے، تو مسجد میں تعلیم کا نظام ہونا چاہیے، ہم یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ تعلیم کا نظم بچوں کے لیے ہے، یہ تصور صحیح نہیں ہے، بڑوں کے لئے بھی تعلیم کا نظام بننا چاہیے۔

اس وقت لوگ شادیات کے موقع پر بڑے بڑے میرج ہال کرائے پر لیتے ہیں اور اس کے لئے خطیر رقم صرف کرتے یں، برقی قمقموں سے ہال جگمگا تا ہے، جہاں اسراف اور فضول خرچی اس قدر ہوتی ہے کہ پھول پتوں کی بارش ہوتی ہے، ان سب چیزوں سے نکاح کی مجلس کا تقدس پامال ہوتا ہے، اگر ہم نکاح کی مجلس مسجدوں میں منعقد کریں گے اور سنت وشریعت کے مطابق اس کو انجام دیں گے تو نکاح کی عبادت کی برکت حاصل ہوگی اور فضول خرچیوں سے بھی محفوظ رہیں گے، ہر عمر کے لوگوں اور بچوں کو مسجد سے جوڑیے، اگر ہمارے بچے مسجد نہیں آرہے ہیں تو ہماری اگلی پیڑھی ماحول کے تھپیڑوں میں گم ہوجائے گی۔ خلاصہ یہ کہ مسجدوں کو مرکز اسلام بنایئے، تا کہ اس کے روحانی اثرات اور پر کیف ماحول سے انسان کا ذہن ودماغ معطر رہے۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

اچھی باتیں

’’بہتے پانی کی طرح بہتے جاؤ کچرا اپنے آپ کنارے لگ جائے گا ☆ زندگی آسان نہیں ہوتی اسے آسان بنانا پڑتا ہے، کچھ ’’انداز‘‘ سے اور کچھ ’’نظر انداز‘‘ سے ☆ نیک بننے کے لیے ایسی ہی کوشش کرو، جیسی کوشش خوبصورت دکھنے کے لیے کرتے ہو ☆ مخالف کو جنگ اور دلیل کے میدان میں شکست دینا بھی کامیابی ہے، مگر اسے اخلاق کے میدان میں شکست دینا زیادہ بڑی کامیابی ہے ☆ جو شخص بہانہ بنانے میں بہت اچھا ہو وہ کسی اور کام میں اچھا نہیں ہوسکتا ☆ لوگوں کی باتیں پتھروں کی طرح ہوتی ہیں، ان کو پیٹھ پر لادلوگے تو یہ پیٹھ ٹوٹ جائے گی۔‘‘ (حاصل مطالعہ)

بلا تبصرہ

’’جب جب کسی بین الاقوامی ادارے نے مودی سرکار کی غیر ذمہ دارانہ پالیسیوں کو بے نقاب کرنے کی کوشش کی ہے، سرکار نے فورا اس کے خلاف جنگ چھیڑ دی ہے، ایمنسٹی انٹرنیشنل انسانی حقوق کی سب سے معتبر عالمی تنظیم ہے، لیکن جب اس نے ہندوستان مین انسانی حقوق کی رپورٹیں شائع کیں، تو اس کے دفتر اور اہل کاروں کے گھروں پر چھاپے مارے گیے اور ستمبر ۲۰۲۰ء میں ایمنسٹی کے بینک اکاؤنٹس منجمد کر دیے گیے، جس کے نتیجے میں ایمنسٹی کے دفتر میں تالا پڑ گیا۔‘‘ (انقلاب ۲۳؍فروری ۲۰۲۳ء)

اللہ کی باتیں --- رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

اسلام-دین کامل

’’اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہوگا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا‘‘ (آل عمران:۸۵)

مطلب: حق تعالیٰ سبحانہ اپنے آخری پیغمبر، محسن انسانیت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ مسلمانوں کو جو دین وشریعت عطا کیا وہ ہر طرح کامل ومکمل ہے، جس میں زندگی کے ہر پہلوؤں پر رہنمائی کی گئی ہے، چاہے اس کا تعلق عقائد وعبادات سے ہو، معاشرت ومعیشت سے یا سیاست وقیادت کا میدان ہو، ہر جگہ اور ہر لمحہ اسلام میں اس کا حل موجود ہے، اس پر عمل کرنے میں ہی ہماری نجات ہے، لیکن افسوسناک بات یہ ہے کہ اس امت نے احکام الٰہی اور تعلیمات رسل سے پہلوتہی اختیار کرلی اور مغربی تہذیب اور غیر شرعی رسم ورواج کے دلدادہ بن گئے، جس کے باعث اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا ذریعہ بن رہے ہیں، بے حجابی، عریانیت کے سیلاب میں بہتے جارہے ہیں، بدعات، خرافات کے دلدل میں پھنستے جارہے ہیں، اس طرح کی بہت سی ایسی سماجی ومعاشرتی برائیاں پیدا ہوگئی ہیں، جس نے معاشرہ کی روحانی اور اخلاقی قدروں کی جڑوں کو کھوکھلا کرنا شروع کردیا ہے، اس وقت معاشرہ میں جہاں کرپشن وجرائم اور بدعنوانی کی گرم بازاری ہے، جس سے ہماری نئی نسل دین واخلاق سے عاری ہوتی جارہی ہے اور آوا کا آوا بگڑتا جارہا ہے، اگر ہم نے لادینیت کے اس سیلاب کو نہیں روکا تو حالات بد سے بدتر ہوجائیں گے، اس لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی نسلوں کو دین وشریعت سے واقف کرائیں، اسلام نے اولاد کی دینی واخلاقی تربیت پر زور دیا اور کہا کہ تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور اسے اس کے ماتحتوں کے بارے میں سوال ہوگا، لیکن اکثر دیکھا جارہا ہے کہ لوگ اس میں غفلت برت رہے ہیں، جس کی وجہ سے خاندانی نظام کے تانے بانے اور قرابت داری کے بندھن ٹوٹتے اور بکھرتے جارہے ہیں اور ہر انسان اپنے مفاد کو فوقیت دے رہا ہے، قرابت اور عزیز داری کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہ گئی ہے، پھر مسلمانوں کو شکایت رہتی ہے کہ آج دنیادار لوگ انہیں پامال کررہے ہیں، مگر ہم خود اپنے احوال کا جائزہ نہیں لے رہے ہیں، اگر مسلمان ملی شناخت کے ساتھ زندگی گذارنے کا عہد کرے تو کوئی اس کو نقصان نہیں پہونچا سکتا، وقت کا یہی تقاضا ہے کہ ہم اپنے کو اور گھر وسماج کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کریں، یقین مانئے کہ ہم کو کسی سے کوئی گلہ وشکوہ نہ ہوگا اور ایسے معاشرہ پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں گی۔

دو پسندیدہ کلمے

’’حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو کلمے ایسے ہیں جو اللہ کو بہت پسند ہیں، پڑھنے میں زبان پر ہلکے ہیں، قیامت کے دن اعمال کے ترازو میں وزنی ہیں، وہ کلمے ہیں: ’’**سبحان اللہ وبحمدہ، سبحان اللہ العظم**‘‘ پاک ہے اللہ کی ذات اور تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں اور پاک ہے وہ اللہ جو عظیم مرتبے اور شان والا ہے‘‘ (بخاری شریف)

وضاحت: بخاری شریف کی یہ سب سے آخری حدیث ہے، اس کے الفاظ بہت مختصر ہیں، لیکن معنی ومفہوم میں بڑی گہرائی ووسعت اور جامعیت ہے، اس حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو کلمے زبان پر آسانی سے چڑھنے والے ہیں، اس کی ادائیگی میں کوئی دقت وپریشانی نہیں ہے، حروف بھی کم ہیں اور اوصاف بھی ایسے ہیں جن کی رعایت میں کوئی دشواری نہیں، اسی لئے یہ دونوں کلمے اللہ کو بیحد محبوب ہیں، جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حساب کے لئے میزان عدل قائم کریں گے تو اس وقت یہ دونوں ہلکے پھلکے کلمے نہایت وزنی اور بھاری ہوں گے۔

وزن اور بھاری ہونے کا مطلب ہمارے ترازو کی طرح نہیں، بلکہ جس طرح آج ہوا، بجلی اور رفتار کی ناپ تول کے لئے میٹر ہیں اور یہ گویا ایک طرح کی ترازو ہیں، اسی طرح اللہ کے یہاں بھی الفاظ اور ان کے اندر کی روح کی ناپ تول کے لئے پیمانے اور میٹر ہیں، جن کے ذریعہ کاغذوں کا وزن نہیں، بلکہ ان کے اندر محفوظ اعمال کی طاقت کو تولا جائے گا اور وہ طاقت بلاشبہ کلمہ تحمید وتسبیح ہی کی بڑھوتری ہے، پھر جتنے یقین واخلاص اور دل کی سچائی واعتماد سے یہ کلمہ پڑھا جائے گا اور اس کے تقاضوں پر جس قدر زیادہ عمل ہوگا، اس کا یہ کلمہ اسی قدر جاندار اور آخرت میں نفع بخش ہوگا، وہ کلمے یہ ہیں ’’**سبحان اللہ وبحمدہ**‘‘ اور دوسرا ’’**سبحان اللہ العظیم**‘‘ اللہ کی رحمت کی توقع کے ساتھ اس کے جاہ وجلال سے خوفزدہ رہا جائے اور اس کی صفت عظمت کو دل میں پیوست کیا جائے، اس طرح ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ سبحان اللہ کا ورد زبان پر جاری رکھے، تاکہ اللہ کے نزدیک مقامات علیا سے سرفراز ہو، اس میں کوئی شک نہیں کہ ذکر الٰہی تمام عبادتوں سے افضل وبرتر ہے، اس لئے یہ کلمات مومنوں کے لئے بڑا تحفہ ہے، ایک حدیث میں یہاں تک فرمایا گیا کہ جس نے سبحان اللہ وبحمدہ کہا اس کے لئے جنت میں کھجور کا درخت لگ جاتا ہے، جس سے وہ فیضیاب ہوگا، اس لئے ہر مومن بندہ کو رات دن، چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، اس کلمہ کو پڑھتے رہنا چاہئے، اس سے دل کا کھوٹ اور باطن کی گندگی دور ہوگی اور اس کے نتیجہ میں ایمان میں قوت وتازگی پیدا ہوگی، روایتوں میں آتا ہے کہ ذکر کرنے والے لوگ اللہ کے حفظ وامان میں ہوتے ہیں اور اللہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بندے کے ساتھ ہوں جب تک وہ مجھے یاد کرتے ہیں اور اس کے ہونٹ میری یاد میں حرکت کرتے ہیں، صحیح مسلم شریف میں ہے کہ ہر چیز کے لئے کوئی نہ کوئی پالش ہوتی ہے، دلوں کی پالش ذکر اللہ ہے، اگر کوئی اس سے محروم ہے تو چاہے وہ جسمانی اعتبار سے کتنا ہی تندرست وتوانا کیوں نہ ہو، بے جان لاشہ ہے، اس لئے آپ ان کلمات کے ورد کا معمول بنا لیجئے، اس کا فائدہ دنیا وآخرت دونوں جہاں میں ملے گا۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

مرحوم کے ذمہ قرض کا دعویٰ

س: زید اور خالد دونوں بھائی ہیں، زید کے انتقال کے بعد بھائی خالد نے مرحوم زید پر دو لاکھ روپے کا دعویٰ کرتے ہوئے ان کے ورثا سے اس کا مطالبہ کیا، اب ورثا پریشان ہوگئے کہ والد نے اتنی بڑی رقم لینے کا کوئی تذکرہ گھر کے کسی فرد کے پاس نہیں کیا، نہ کہیں کوئی تحریر ہے اور نہ ہی زندگی میں اتنی بڑی رقم قرض لینے کی کوئی ضرورت پیش آئی، اب سوال یہ ہے کہ کیا خالد کے محض دعویٰ کرنے سے ورثا پر دو لاکھ روپے کی ادائیگی لازم ہوگی، اگر ورثا نہ دیں تو وہ عند اللہ جواب دہ ہوں گے؟

الجواب ________________ وباللہ التوفیق

کسی شخص کا کسی پر مال کا دعویٰ ثابت ہونے کے تین طریقے ہیں (۱) دعویٰ کرنے والا اپنے دعویٰ کو شرعی گواہوں کی گواہی کے ذریعہ ثابت کردے (۲) مدعی علیہ خود اقرار کرلے کہ ہاں مدعی کی اتنی رقم میرے ذمہ ہے (۳) مدعی اپنے دعویٰ پر شرعی گواہ نہ پیش کرسکے تو ایسی صورت میں چوں کہ مدعی علیہ پر قسم واجب ہے، وہ قسم کھانے سے انکار کردے، مذکورہ تینوں صورتوں میں مدعی کا دعویٰ ثابت ہوجائے گا۔

لہذا صورت مسئولہ میں اگر مدعی اپنا معاملہ کسی دار القضاء میں لے جاتا ہے اور مذکورہ تینوں طریقوں میں سے کسی طریقہ سے اس کا دعویٰ ثابت ہوجاتا ہے تو مدعی علیہ (مرحوم) پر اتنی رقم لازم ہوگی اور مرحوم کے ترکہ سے اس کی ادائیگی واجب ہوگی اور اگر مدعی نے اپنے دعویٰ پر شرعی شہادت پیش نہیں کی اور مدعی علیہ مرحوم کے ورثا نے قسم کھالی کہ ’’اللہ کی قسم ہمیں اس کا علم نہیں ہے کہ ہمارے مورث نے ان سے رقم لی تھی، تو ایسی صورت میں مدعی کا دعویٰ خارج ہوجائے گا اور مدعی علیہ پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔

”وأجمعوا علی من ادعی دینا علی المیت یحلفه القاضی بلاطلب الوصی والوارث باللہ ماستوفیت من المدیون ولامن احد اداہ الیک عنه...الخ (البحر الرائق:۷/۲۰۳)

(کذا اذا ادعیٰ دینا أو عینا علی وارث اذا علم القاضی کونه میراثا أو اقربه المدعی او برهن الخصم علیه) فیحلف علی العلم“ (الدر المختار)

وکیل بالشراء کا خریدی ہوئی چیز اپنے نام رجسٹری کرلینا

س: میں دبئی میں رہتا ہوں، میں نے انڈیا میں مقیم اپنے بھائی سے کہا فلاں صاحب کی دو کٹھا زمین جو بیس لاکھ روپے میں فروخت ہورہی ہے، میرے لئے خرید لیجئے، میرے آنے پر میرے نام سے رجسٹری ہوجائے گی، میں نے بیس لاکھ روپے بھیج دیا، بھائی نے بائع کو وہ رقم دے کر زمین لے لی، لیکن کچھ ہی دنوں بعد اس زمین کی قیمت دوگنی ہوگئی، بھائی نے لالچ میں وہ زمین اپنے نام رجسٹری کرالیا، چار سال بعد جب میں آیا تو بھائی نے بیس لاکھ روپے مجھ کو دیتے ہوئے کہا کہ وہ زمین میں نے اپنے لئے خریدی تھی، اب مذکورہ زمین کے تعلق سے دونوں بھائیوں میں شدید اختلاف ہوگیا، شرعی حل کیا ہے۔

الجواب ________________ وباللہ التوفیق

صورت مسئولہ میں آپ کا بھائی آپ کی طرف سے مذکورہ زمین آپ کے لئے خریدنے کا وکیل ہے، جب اس نے آپ کی دی ہوئی رقم سے اس زمین کو خرید لیا، تو شرعی اعتبار سے وہ زمین آپ کی ہوئی اور آپ اس کے مالک ہوئے، گرچہ رجسٹری آپ کے نام نہیں ہوئی، آپ کے بھائی کا اپنے نام رجسٹری کرالینا شرعاً صحیح نہیں ہوا اور نہ ہی وہ اس رجسٹری کی وجہ سے شرعی اعتبار سے اس زمین کا مالک ہوا، اس کی شرعی واخلاقی ذمہ داری ہے کہ زمین آپ کے نام ٹرانسفر کردے، تاکہ بعد میں کسی طرح کا کوئی نزاع نہ ہو۔

”(ولو وکله بشراء شیء بعینه فلیس) ای الوکیل (ان یشتریه لنفسه) ای لایجوز حتی لو اشتراہ لنفسه یقع الشراء للموکل، سواء نوی عند العقد الشراء لنفسه او صرح بشراء نفسه“ (فتح القدیر، ص:۴۴، کتاب الوکالة فی الشراء)

دوسرے شخص کی زمین میں لگائے گئے درخت کا حکم:

س: دو بھائیوں کی ایک ساتھ زمین تھی، لیکن بیچ میں حد بندی نہیں ہوئی تھی، ایک بھائی خالد نے کچھ درخت بیچ میں راشد کی زمین سے متصل لگانا چاہا، راشد نے منع کیا کہ ابھی حد بندی نہیں ہوئی ہے، اس لئے پیمائش سے قبل نہ لگائیں، خالد نہ مانا اور لگا دیا، بیس سال بعد جب اس کی پیمائش ہوئی تو راشد کی زمین نکلی جس میں خالد نے درخت لگائے تھے۔ اب راشد کا کہنا ہے کہ درخت چوں کہ ہماری زمین میں ہے، اس لئے وہ ہمارا ہوگا اور خالد کا کہنا ہے کہ درخت میں نے لگایا ہے، اس لئے وہ میرا ہوگا، دونوں بھائیوں میں شدید اختلاف ہے، اس کا حل کیا ہوگا؟

الجواب ________________ وباللہ التوفیق

صورت مسئولہ میں جبکہ خالد نے جس زمین میں درخت لگایا، وہ زمین راشد کی نکلی تو ایسی صورت میں درخت کا مالک خالد ہی ہوگا، راشد کے لئے اس پر ملکیت کا دعویٰ صحیح نہیں ہوگا، البتہ مالک زمین راشد خالد کو اس بات پر مجبور کرسکتا ہے کہ زمین سے درخت ہٹا لے یا پھر اس کی قیمت دے کر درخت رکھ لے:

”من غصب ارضا فغرس فیها أو بنی قیل له اقلع البناء والغرس وردها لقوله علیه الصلوة والسلام لیس لعرق ظالم حق... فان کانت الارض تنقص بقلع ذالک فللمالک ان یضمن له قیمة البناء وقیمة الغرس مقلوعا ویکونان له“ (هدایه:۳/۳۷۹، کتاب الغصب)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 63/73 شمارہ نمبر 10 مورخہ ۱۳/ شعبان المعظم ۱۴۴۴ھ مطابق ۶/ مارچ ۲۰۲۳ء روز سوموار

شب برأت-خیر و برکت کی رات

شعبان کا مہینہ اسلامی تاریخ میں خصوصی اہمیت کا حامل ہے، اس لیے کہ اسی ماہ میں حضرت حسینؓ کی ولادت ہوئی، اسی ماہ میں حضرت حفصہؓ سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ہوا، مسجد ضرار کی حیثیت اسی ماہ میں واضح ہوئی اور اسے نذر آتش کیا گیا، اسی مہینہ میں تحویل قبلہ کا واقعہ پیش آیا اور اسی مہینہ میں مسیلمہ کذاب کے وجود سے دنیا پاک ہوئی؛ لیکن اسلام میں اس کی اہمیت ایک اہم رات کی وجہ سے ہے، جسے شب براءت کہتے ہیں، یعنی جہنم سے گلوخلاصی کی رات، اس رات میں اللہ کی خاص رحمت نازل ہوتی ہے اور سارے ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنے کے لیے آواز لگائی جاتی ہے، خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اس آواز کے ساتھ اپنی ضرورتیں بارگاہ ایزدی میں پیش کر کے دامن مراد حصولیابیوں سے بھر لیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ اگر تو نے ہمارا شمار بدبختوں میں کرلیا ہے تو اسے مٹادے اور ہمیں نیک بختوں میں لکھ لے اور اگر ہمیں نیک بختوں میں لکھ رکھا ہے تو اسے برقرار رکھ؛ کیونکہ تیرے ہی پاس لوح محفوظ ہے، اس رات رحمت کی باد بہاری چلتی ہے، مغفرت کے پروانے تقسیم ہوتے ہیں اور جہنم سے گلوخلاصی عمل میں آتی ہے، گویا پورے سال بندہ رحمت خداوندی کی تلاش میں رہتا ہے، لیکن اس رات میں رحمت خداوندی بندوں کو تلاش کرتی ہے، اور ضرورت مندوں کی ضروتیں پوری کی جاتی ہیں، اس فضیلت والی رات میں بھی بعض محروم القسمت اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے محروم رہ جاتے ہیں، مختلف احادیث میں ان کا ذکر آیا ہے اس فہرست میں کینہ رکھنے والا، مشرک، ناحق خون کرنے والا، قطع تعلق کرنے والا، ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والا، غیب کی باتیں بتانے والا، کاہن، نجومی، ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا، شراب کا عادی، ظلماً ٹیکس وصولنے والا اور باجہ بجانے والا، سود کھانے والا، چغل خور، زانی، گستاخ رسول، شامل ہے، یہ فہرست مکمل نہیں ہے، تحقیق سے اور بھی کچھ لوگوں کا اضافہ ہوسکتا ہے، ہر آدمی کو اس پر غور کرنا چاہیے کہ وہ کسی ایسے اعمال بد کا شکار تو نہیں ہے، جس کی وجہ سے اس رات میں بخشش سے محرومی اس کا مقدر ہے۔

اس رات کے فضائل بے شمار ہیں، احادیث میں روزے رکھنے اور نمازیں پڑھنے کا بھی ذکر ہے، لیکن اس کی خاص رکعات اور پڑھنے کا کوئی خاص طریقہ مذکور نہیں ہے، اس لیے یہ کہنا کہ اس رات میں سو رکعت نفل پڑھی جائے اور ہر رکعت میں دس دس بار قل ھو اللہ پڑھیں، صحیح نہیں، اس نماز کو ۴۴۸ھ میں بیت المقدس میں عام لوگوں کی قربت کے حصول کے لیے بعض ائمہ مساجد نے شروع کرایا تھا، دھیرے دھیرے اس نے جڑ پکڑ لیا، اس نماز کے ساتھ قوم برآمکہ نے چراغاں کا اضافہ کیا اس کے علاوہ یہ اور بہت سارے منکرات پر مبنی تھا، اس لیے علماء نے اسے بدعت سے تعبیر کیا ہے، عرب میں اس بدعات کو ختم کرنے کے لیے جدوجہد کی گئی اور بالآخر آٹھویں صدی ہجری میں عربوں کے یہاں اس بدعت کا خاتمہ ہوگیا۔ لیکن ہندوستان میں چراغاں، رت جگے، اجتماعی قرآن خوانی، ایصال ثواب کی مجلسوں کا قیام، حلوہ بنانا، بانٹنا اور کھانا آج بھی رائج ہے، چراغوں کے ساتھ پٹاخوں کی بھی کثرت ہوتی ہے اور بالکل غیر مسلموں کی دیوالی کا سا منظر ہوتا ہے، ظاہر ہے اس عمل کا کوئی تعلق شریعت سے نہیں ہے اور اگر کسی قوم کی مشابہت اختیار کرنے کی ممانعت کو سامنے رکھیں تو یہ ممنوعات کے ذیل میں ہی آئے گا؛ اس لیے ہمیں اس سے بچنا چاہیے یہ شرعی تقاضوں کے زیادہ قریب ہے۔

اس لیے اس رات میں عبادت کا اہتمام کرنا اور پندرہویں شعبان کا روزہ رکھنا تو ثابت ہے، قبرستان کی حاضری سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا، اس رات کی فضیلت سے متعلق احادیث مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، دارمی، مؤطا، ابن ماجہ اور مسند احمد میں مذکور ہے، اور اس کثرت سے ہیں کہ اس کے ثبوت میں کلام نہیں کیا جاسکتا ہے، البتہ شریعت کے مدارج کو سمجھنا چاہیے اور اسے مستحب سمجھ کر ادا کرنا چاہیے، سماج میں اگر کوئی مسلمان اس رات کی فضیلت کا انکار کرتا ہے، روزہ نہیں رکھتا ہے تو اس پر لعن طعن کرنا اور اس کو جھگڑے کا سبب بنانا قطعاً درست نہیں ہے، اسی طرح اس رات کو لہو ولعب میں گذارنا نہیں چاہیے، پٹاخہ، آتش بازی اور چراغاں سے گریز کرنا چاہیے، کیوں کہ یہ سب شیطانی کام ہیں، جس سے عبادت کے فوائد کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔

شکرگذاری

اللہ رب العزت نے اس کائنات کو بنایا اور وہ تمام چیزیں فراہم کیں جو اسباب کے درجہ میں زندگی گذارنے کے لیے ضروری ہیں، پھر جب یہ کائنات سج دھج کر انسان کے رہنے کے لائق ہوئی تو حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا کو روئے زمین پر بھیجا؛ تاکہ اس دنیا میں نسل انسانی کو فروغ ہو اور یہ کائنات آباد وشاداب رہے، چنانچہ انسانوں نے پوی دنیا کو آباد کیا، قدرت نے جو زمین میں مخفی صلاحیتیں رکھی تھیں ان کو کام میں لاکر اسے ترقی کے بام عروج پر پہونچادیا ،اب انسان ظلوم وجہول یہ سمجھتا ہے کہ یہ سب میں نے کیا اور یہ ساری رونق ہمارے دم سے ہے، وہ یہ بھولتا جارہا ہے کہ یہ ساری چیزیں اللہ نے ہمارے لیے مسخر کی تھیں، اس لیے ہم اس کو کام میں لاکر نیا جہان بناتے رہے، لیکن اگر اللہ ہوا کو روک دیتا، آکسیجن ہماری ناک سے نہیں گذرتا، پانی کے سوتے خشک ہوجاتے، زمین سے غلے نہیں اگتے اور ارد گرد کا ماحول خراب ہوتا تو ہم یہاں کام کیا کرتے؟ اپنی ہی زندگی دشوار تھی، ایسے میں انسان گھٹ گھٹ کر مرجاتا، اللہ رب العزت نے اپنی ان نعمتوں کے بارے میں واضح کیا کہ اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہیں کرسکتے، اللہ تعالیٰ نے سورہ رحمٰن میں اپنی مختلف قسم کی نعمتوں کا بار بار ذکر کیا اور فرمایا کہ تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

ان نعمتوں کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اللہ رب العزت کا شکر ادا کریں کہ اس نے ہمارے لیے ان چیزوں کو مسخر کردیا، اللہ رب العزت نے اس شکرگذاری پر نعمتوں میں اضافہ کا اعلان کیا ہے اور ناشکری پر سخت عذاب کی وعید وارد ہوئی، لیکن انسان انتہائی ناشکرا واقع ہوا ہے، عام حالات میں ان نعمتوں کی طرف اس کا ذہن منتقل ہی نہیں ہوتا، خیال اس وقت آتا ہے جب اک اک بوند پانی اور ایک ایک سانس کی لمبی قیمت چکانی ہوتی ہے اور تب جا کر انسان کی سمجھ میں آتا ہے کہ اگر ہم پوری زندگی ساری کائنات کی نعمتوں کو چھوڑ کر انہیں دو چیزوں کی شکرگذای میں اپنا سب کچھ قربان کردیں تو بھی شکر ادا کرنے کا ہم حق ادا نہیں کرسکتے، واقعہ یہ ہے کہ دنیا کے سارے درخت کا قلم اور تمام سمندر کے پانی کو روشنائی کے طور پر استعمال کرلیں تو بھی مالک حقیقی اور پروردگار عالم کا حق ہم ادا نہیں کرسکتے، اس لیے بندہ کو چاہئے کہ وہ ہر حال میں شکر ادا کرتا رہے، مصیبت آئے تو صبر کرے اور آسائش میں ہو تو شکر کرے، پھر اس شکر کی ادائیگی کی توفیق بھی اللہ نے دی، اس لیے اس توفیق پر بھی شکر ادا کرے اور کرتا رہے، فلاسفہ کے یہاں دور وتسلسل ممنوع اور محال ہو تو ہوا کرے، اللہ رب العزت کے شکر کے باب میں تو تسلسل ہی اصل ہے، ہر دم، ہر آن اور ہر وقت اللہ کی تعریف میں رطب اللسان رہے ،یہی اللہ کا حق ہے اور بندے کی سربلندی کا مدار ومعیار بھی اسی پر ہے۔

پاکی وصفائی

مثل مشہور ہے کہ ہر چمکتی چیز سونا نہیں ہوتی، ٹھیک اسی طرح چمکتے ہوئے برتن، میلوں سے پاک کپڑے اور خوبصورت زیب تن لباس دیکھنے میں جتنے بھلے لگتے ہوں اور ان کو پہن کر آپ کو اپنے ہینڈسم ہونے کا جس قدر گمان ہوتا ہو، لیکن ضروری نہیں ہے کہ وہ پاک بھی ہوں، صفائی اور چیز ہے، پاکی اور چیز، بازار میں کھانے پینے کی دوکانوں پر جو برتن ہوتے ہیں وہ عموماً دیکھنے میں صاف ستھرے رہتے ہیں، اوسط قسم کے مسلم ہوٹلوں میں اس میں کمی نظر آتی ہے، بلکہ کہا جاتا ہے کہ دہلی میں جامع مسجد کے سامنے جو بریانی بکتی ہے وہ ایسے دیگوں میں پکتی ہے، جس میں خوردبین سے بہادر شاہ ظفر کے دور کے ذرات تلاش کیے جاسکتے ہیں، یقیناً یہ مبالغہ ہے، لیکن کسی دل جلے نے یہ بات وہاں کے دیگوں کی گندگی کو دیکھ کر ہی کہی ہوگی، اسکے برعکس غیر مسلم بھائی کی دکانوں کے برتن اور لائن ہوٹل پر استعمال کیے جانے والے ظروف صاف ستھرے دکھائی دیتے ہیں، لیکن یہ پاک بھی ہیں، اعتماد سے نہیں کہا جاسکتا، اس لیے کہ ان ہوٹلوں پر استعمال شدہ برتن جہاں رکھے جاتے ہیں وہاں عموماً کتے اس کی باقیات کے ساتھ برتن کو بھی چاٹ چاٹ کر صاف کردیتے ہیں، کتوں کے ذریعہ صفائی کا یہ عمل برتن کو ناپاک کر دیتا ہے، کتوں کی زبان اور لعاب سے جو برتن صاف کیا گیا ہو اس کو ہمارے یہاں کم از کم تین بار دھونے کا حکم ہے، بلکہ روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ اسے سات مرتبہ دھویا جائے، اور آٹھویں مرتبہ مٹی سے دھویا جائے، تاکہ برتن کی پاکی کے ساتھ وہ جرثومے بھی مرجائیں اور صاف ہوجائیں، جو کتوں کے لعاب میں ہوتے ہیں اور انسان کو بیمار کرسکتے ہیں، یہ معاملہ صرف ہوٹل کا ہی نہیں، اسکولوں کا بھی ہے، اسکولوں میں جو مڈڈے میل دیا جاتا ہے، اس میں کچھ برتن تو وہ ہوتے ہیں جو طلبہ وطالبات اپنے ساتھ لاتے ہیں، اور کچھ برتن بعض اسکولوں میں طلبہ کو کھانے کے لیے دیے جاتے ہیں، کھانے کے بعد انہیں باہر جوٹھا رکھ دیا جاتا ہے، تاکہ باورچی یا باورچن آرام سے اسے دھوئے، لیکن دیکھا یہ جارہا ہے کہ ان کے دھونے سے پہلے کتے اسے اپنی زبان سے صاف کر دیتے ہیں، جب صفائی ہوگئی تو دھونے والا عملہ صرف اس پر پانی بہادیتا ہے، پانی بہانے کے اس عمل سے برتن صاف دکھائی تو دیتا ہے، لیکن وہ پاک نہیں ہوتا اور نہ جانوروں کے منہہ میں جو جراثیم ہوتے ہیں، اس سے وہ محفوظ ہوتا ہے، اگلے دن طلبہ وطالبات جب اسی برتن میں کھاتے ہیں تو یہ جراثیم بچوں کو لگ جاتے ہیں اور بچے بیمار پڑ جاتے ہیں، اسی قسم کا ایک معاملہ سنبھل کے شہزادی سرائے پرائمری اسکول کا اخبارات کی زینت بنا ہے، جب صحافیوں نے اس اسکول کا دورہ کیا تو اسکول میں کوئی موجود نہیں تھا اور مڈڈے میل کے لیے مستعمل برتنوں کو آوارہ جانور چاٹ رہے تھے، یہ ایک واقعہ صحافیوں کے سامنے آیا اور انہوں نے اسے خبر بنادیا۔ واقعہ یہ ہے کہ بہت سارے اسکولوں کا یہی حال ہے، مڈڈے میل کھا کر بیمار پڑنے کے واقعات کثرت سے سامنے آتے ہیں، سانپ کے بچوں اور چھپکلی تک کھانے سے نکلنے پر اب کسی کو تعجب نہیں ہوتا۔ یہ حالات اس لیے پیدا ہوئے کہ جو احتیاط کھانا پکانے اور برتن کو پاک وصاف رکھنے کے لیے کیا جانا چاہیے اس سے پہلوتہی کرنا، اسے نظر انداز کرنا عام سی بات ہے، اور کوئی کسی کا ہاتھ پکڑنے کو تیار نہیں ہے۔

اسلام میں صفائی اور پاکی دونوں مطلوب ہے، بعض اکابر کو یہ کہتے سنا کہ جس طرح پانی کی موجیں اور شجر وحجر ذکر الٰہی میں مشغول ہوتے ہیں، اسی طرح صاف کپڑے بھی اللہ کی تسبیحات بیان کرتے ہیں، فرمایا کہ یہی وجہ ہے کہ جب کپڑا صاف ہوتا ہے تو گرمی کم لگتی ہے اور جب میلا ہوجاتا ہے تو ذکر موقوف ہوجاتا ہے، اسی لیے گندے کپڑے میں گرمی زیادہ لگتی ہے، کپڑے تسبیح پڑھتے ہیں یا نہیں یہ تو بڑوں کے ادراک واحساس کا معاملہ ہے، لیکن گرمی کم اور زیادہ لگنے کی بات تو تجربہ سے ثابت ہے، اسلام میں صفائی کو ایمان کا حصہ قرار دیا گیا ہے، صفائی کے ساتھ بدن، کپڑے، مکانات اور جگہوں کا پاک ہونا بھی شریعت میں مطلوب ہے، یہ پاکی نہ پائی جائے تو ہماری عبادتیں درست نہیں ہوں گی، اس لیے ضروری ہے کہ صاف ستھرا بھی رہا جائے اور یہ صفائی ستھرائی پاکی کے ساتھ ہو۔

بدقسمتی سے مسلم محلوں کی پہچان آج گندگی بن گئی ہے، معاملہ آوارہ جانوروں کے برتن چاٹنے کا ہی نہیں، ان گندگیوں کا بھی ہے جو بڑی آسانی سے ہم سڑکوں اور نالیوں میں ڈال دیتے ہیں، یہ عمل ہمارے ایمانی تقاضوں کے منافی ہے، اس سے فضائی آلودگی اور مختلف قسم کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، ان بیماریوں سے بچنے اور سماج کو بچانے کے لیے صفائی اور پاکی کے بارے میں ہمیں بہت حساس ہونے کی ضرورت ہے اور ان جگہوں پر کھانے اور وہاں کی اشیاء کے استعمال سے پرہیز کرنے کی بھی ضرورت ہے جہاں اس حد تک احتیاط نہیں کیا جاتا ہے۔

یادوں کے چراغ

✍: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

مفتی مجتبیٰ حسین قاسمی: ضد تھی جائیں گے آسمانوں میں

مولانا مفتی مجتبیٰ حسین قاسمی (ولادت 12 فروری 1978ء) بن محمد عثمان ساکن چندرسین پورواپار رہیکا ضلع مدھوبنی بھی 20 اپریل 2021ء کی شب 8 بجے اپنی سسرال کھرما، دربھنگہ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا، جنازہ کی نماز دن گذار کر بعد نماز مغرب ان کے آبائی گاؤں چندرسین پور میں پڑھی گئی، ان کے یارغار اور بصیرت آن لائن کے چیف ایڈیٹر مولانا غفران ساجد قاسمی نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور مقامی قبرستان جہاں علماء وصلحاء کی بڑی تعداد مدفون ہے اور جہاں دو روز قبل مولانا اعجاز ارشد قاسمی کی تدفین عمل میں آئی تھی، وہیں کی خاک میں مولانا مفتی مجتبیٰ حسین قاسمی کو بھی جگہ ملی، پس ماندگان میں ایک بیوی، چار لڑکے اور ایک لڑکی کو چھوڑا، مفتی صاحب دو بہن پانچ بھائی تھے، جن میں سے دو بڑے بھائی پہلے ہی راہی ملک عدم ہو چکے تھے، اور اب قصر عثمان کا یہ تیسرا ستون بھی گر گیا۔ انتقال کے وقت مفتی صاحب کے بچے ماٹلی والا بھروچ میں تھے؛ لیکن دارالعلوم ماٹلی والا بھروچ گجرات کے ذمہ داروں نے ان کے گھر پہونچانے کی شکلیں پیدا کیں، جس کی وجہ سے ان بچوں کے لیے آخری دیدار ممکن ہوسکا۔

مولانا مفتی مجتبیٰ حسین قاسمی نے جس گاؤں میں آنکھیں کھولیں وہ بڑا مردم خیز رہا ہے، وہاں کی زمین سے مولانا سعید الرحمٰن، مولانا عتیق الرحمٰن، مولانا محمد صابر، مولانا محمد زبیر قاسمی رحمھم اللہ جیسے ماہر علم وفن پیدا ہوئے، جن کی خدمات کے تابندہ نقوش مختلف اداروں اور شاگردوں کی شکل میں ملک کے مختلف حصوں میں دیکھے جاسکتے ہیں، اسی گاؤں میں ایک تعلیمی ادارہ مدرسہ فیض عام سعیدیہ کے نام سے قائم ہے، ابتدائی تعلیم کے حصول کے لیے مفتی صاحب کو یہیں بیٹھایا گیا، تھوڑی عمر بڑھی تو مدرسہ حسینیہ مفتاح العلوم رمول نیپال میں داخلہ کرا دیا گیا، ان دونوں جگہوں میں مختلف اوقات میں آپ نے مولانا حسین احمد قاسمی، مولانا قمر الزماں، مولانا ابوالحسن، مولانا جمشید، مولانا محمود الحسن قاسمی، مولانا فرقان احمد صاحبان کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور عربی دوم تک کی تعلیم کے بعد دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد کا رخ کیا، جہاں انھوں نے عربی سوم اور چہارم کی کتابیں وہاں کے اس دور کے نامور اساتذہ مولانا نورالعین قاسمی، مولانا احمد عبدالمجیب قاسمی اور مولانا عبدالقدوس صاحبان سے پڑھیں اور کتاب ہی نہیں فنون کی فہم پائی۔

اعلیٰ تعلیم کے لئے حیدرآباد سے دارالعلوم دیوبند کے لیے رخت سفر باندھا، اور دورہ حدیث کی کتابیں حضرت مولانا نصیر احمد خاں، حضرت مولانا عبدالحق اعظمی، حضرت مولانا مفتی محمد سعید احمد پالن پوری علیھم الرحمہ، مولانا نعمت اللہ اعظمی، مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی، مولانا ارشد مدنی اور قاری محمد عثمان صاحبان دامت برکاتہم سے پڑھیں، 1999ء میں دورۂ حدیث سے فراغت کے بعد یہیں سے 2000ء میں تکمیل افتا کیا اور حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد ظفیر الدین صاحب مفتاحی، مفتی حبیب الرحمٰن حیدرآبادی جیسے اجلہ روزگار سے فتاویٰ نویسی کا فن حاصل کیا اور کم وبیش چھ سال دارالعلوم دیوبند کی علمی اور روحانی فضا میں گذارے، تکمیل افتا کے بعد پھر سے حیدرآباد کا رخ کیا اب کہ ان کی منزل المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد اور ہدف تخصص فی الفقہ کا تھا؛ چنانچہ یہاں تخصص فی الفقہ کے سال دوم میں داخلہ لیا اور فقیہ عصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم کے دامن تربیت سے وابستہ ہوکر خوب خوب کسب فیض کیا اور فقہ وفتاویٰ نویسی کی ممتاز صلاحیت لے کر نکلے، ایسی صلاحیت جس پر خود ادارہ کو ناز تھا اور جس کا اعتراف خود حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم نے نشان امتیاز دے کر کیا۔

تدریسی زندگی کا آغاز جامع الہدیٰ کھاری بجنور سے کیا، پھر مدرسہ قاسمیہ گیا، مدرسہ چشمۂ فیض و جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات ململ، جامعہ عربیہ شمس العلوم شاہدرہ، دارالعلوم مدنی دارالتربیت کرمالی بھروچ گجرات کو مختلف سالوں میں اپنی خدمات پیش کرنے کے بعد دارالعلوم ماٹلی والا بھروچ میں درس وتدریس سے وابستہ ہوئے، ان اداروں میں نحو وصرف کی ابتدائی کتابوں سے لے کر بخاری شریف تک درس دیا، اور ایک اچھے معلم اور استاذ کی حیثیت سے شاگردوں میں اپنی پکڑ برقرار رکھی، شعبہ افتاء میں طلبہ کی تربیت کی تو ان کے کئی شاگرد افتا نویسی میں طاق اور ممتاز ہوکر مختلف جگہوں پر بہترین خدمت انجام دے رہے ہیں۔

مفتی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے تصنیف وتالیف کا بھی اچھا ملکہ دیا تھا، فقہ اور فتاوی کے حوالہ سے ان کی کئی کتابیں معروف ومقبول ہوئیں، جن میں **الاختلافات الفقیہ بین الفقہاء و الحنفیہ (کتاب الطہارت)** اسلام اور جدید ذرائع ابلاغ، فتاوی فلاحیہ، مسلمان عورتوں کے لئے اسلامی ہدایات خاص طور سے قابل ذکر ہیں، فتاویٰ فلاحیہ کی تحقیق تعلیق، تحشیہ، اور ترتیب کی پانچ ضخیم جلدوں نے اہل علم کی توجہ ان کی طرف مبذول کرائی، انہوں نے مفتی احمد بیماتؒ کی بیس سے زائد کتب ورسائل پر تحقیق وتحشیہ، تخریج، نظر ثانی اور ترجمہ کا کام بھی کیا؛ جو بذاتِ خود ایک بڑا کام ہے۔

مفتی صاحب درس وتدریس، تصنیف وتالیف، وعظ وخطابت کے ساتھ اوراد و اذکار کے بھی پابند تھے، ان کا اصلاحی تعلق حضرت مولانا قمر الزمان آلہ آبادی دامت برکاتہم سے تھا اور اس میدان میں بھی ان کا پھریرا تیزی سے آسمان کی طرف بلند ہو رہا تھا کہ داعیٔ اجل نے یک لخت ان کو آسمان تک پہونچا دیا۔ وہ اپنی محنت جدو جہد سے جس طرح ہر میدان میں آسمان کی بلندیوں کو چھونا چاہے تھے اللہ ربّ العزت نے اپنے یہاں بلا کر سب کا تکملہ کر دیا، پروفیسر ثوبان فاروقی مرحوم نے ایسے ہی اولوالعزم باحوصلہ جوان کی موت پر ایک مرثیہ لکھا تھا، جس کا ایک شعر تھا۔

ضد تھی جائیں گے آسمانوں میں — عمر تھی حوصلہ دکھانے کی

مفتی صاحب چلے گئے، ہم سب کو بھی جانا ہے؛ لیکن ان کی جدائیگی کا غم دیر تک باقی رہے گا اور دور تک ہم محسوس کرتے رہیں گے، مفتی صاحب سے میری بہت قربت نہیں تھی، اسلامک فقہ اکیڈمی اور مباحث فقہیہ کے بعض سیمناروں کی ملاقات تھی؛ لیکن مختصر ملاقاتوں میں بھی ان کی محبت کا عکس جمیل ذہن و دماغ پر قائم ہوتا تھا، وہ امارت شرعیہ سے بھی بڑے قریب تھے اور حسب موقع اس کی مدد کے لیے فکرمند بھی ہوا کرتے تھے؛ بعض ہنگامی موقعوں پر انہوں نے ریلیف کے کام کے لیے گجرات کے اہل خیر کو متوجہ کرنے کا بھی کام کیا، وہ ایک بافیض انسان تھے، یہی وجہ ہے کہ ان کی جواں سال موت پر اہل علم بے چین ہو گئے، مولانا غفران ساجد قاسمی، مولانا عمر عابدین، مولانا مظفر رحمانی، مولانا فاتح اقبال ندوی مولانا نافع عارفی وغیرہ تو ان کے دوست اور بعض ان کے ہم سبق ہیں، مفتی مجتبیٰ حسین قاسمی صاحب کی جدائی کا اثر ان پر گہرا ہے، دھیرے دھیرے یہ کم ہوگا، رہ گئے ان کے بچے جن سے ظاہری سہارا چھن گیا ہے، اس کے لیے ہم سب کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اصل سہارا تو ذات باری ہے؛ جو ظاہری سہارے چھین کر یتیم کو در یتیم بنا دیتا ہے۔ اللہ کے اس سہارے کا ابتدائی مظہر بدرجہ اسباب مولانا شاہد ناصری حنفی اور مولانا غفران ساجد قاسمی کی شکل میں موجود ہے۔ اللہ ان سب کو صبر عطا فرمائے، مرحوم کی مغفرت فرمائے۔

آمین ثم آمین یا رب العالمین۔

کتابوں کی دنیا

✍: فرید بلگرامی

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

زاویہ نظر پر ایک نظر

آج ہمارے پیش نظر جناب مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی صاحب کی کتاب زاویہ نظر ہے، کتاب سے پہلے صاحب کتاب کی بات ہو جائے، محترم مفتی صاحب مشہور عالم دین، نائب ناظم امارت شرعیہ، مسلم پرسنل لا بورڈ اور آل انڈیا ملی کونسل کے ممبر، مدرسہ ابا بکر پور کے سابق استاذ اور صاحب طرز قلم کار ہونے کے ساتھ ساتھ ہفت روزہ نقیب کے ایڈیٹر بھی ہیں۔

53 سے زائد کتابوں کا مصنف ہونا کوئی معمولی بات نہیں، بڑی خوشی کی بات یہ ہے کہ مفتی صاحب کا میدان عمل بہت وسیع ہے، وہ بہت نرم دل اور وسیع النظر مصنف ہیں، آپ کی تحریروں سے صاف عیاں ہے کہ مدرسہ ومسجد کی چہار دیواری آپ کے لیے موضوعات کے انتخاب میں رکاوٹ نہیں بن سکی، مسجد کے گنبد ومینار کی بلندی سے آپ بہت دور دیکھتے ہیں۔ عین الحق قاسمی نے آپ کے بارے میں ایک بہتر بات لکھی ہے، وہ یہ کہ

''میرے علم کے مطابق یہ پہلے خوش نصیب صاحب قلم مولوی ہیں، جس کی دانشوری کو مروج حلقہ ادب ودانشوری میں قبولیت حاصل ہے۔''

حلقہ دانشوران میں آپ کو قبولیت حاصل ہونا ہی چاہیے کیوں کہ آپ اعلیٰ ترین کی دینی درسگاہوں سے فراغت حاصل کرنے کے بعد عصری علوم یونیورسیٹی سے حاصل کیا۔ خود پی ایچ ڈی نہیں ہیں لیکن مفتی صاحب کی ادبی خدمات پر تحقیقی کام کر کے راحت حسین نے متھلا یونیورسٹی دربھنگہ سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کر لی ہے۔ خود مفتی صاحب کا کام اس قدر وقیع ہے کہ کسی یونیورسٹی کو ان کو پی ایچ ڈی کی اعزازی ڈگری ضرور دینی چاہیے۔

میں نے مفتی صاحب کی کتاب زاویہ نظر پر تفصیل سے نظر ڈالی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ صرف دین ومذہب کے معاملات اور شرعی مسائل بیان کرنے تک محدود نہیں رہے ہیں، آپ نے اپنی کھلی آنکھوں، بلند خیال اور وسعت قلب سے سماج کے ہر پہلو پر خامہ فرسائی کی ہے، آپ حالات حاضرہ پر گہری نظر رکھتے ہیں، صحافی بالخصوص ایک مدیر کا فرض ہے کہ وہ حالات حاضرہ پر اپنی عقابی نگاہ رکھے، ایک ایڈیٹر کے سامنے خبروں کا خوان سجایا جاتا ہے اس میں ہر طرح کی خبریں ہوتی ہیں، کچھ اچھی جن کو پڑھ کر ایک گونہ مسرت حاصل ہوتی ہے، اور کچھ بہت بڑی جن کو پڑھ کر دل اداس ہو جاتا ہے، کچھ سے معاشرہ کی اصلاح کی امید کی جاسکتی ہے اور کچھ مخرب اخلاق ہوتے ہیں، ان میں سے انتخاب کرنا ایک دشوار گزار کام ہوتا ہے، اس کام میں اپنی ذمہ داری کے ساتھ ساتھ سماج کی خواہشات اور قاری کی امیدوں کا بھی احترام کرنا ہوتا ہے۔

''زاویہ نظر'' کے مضامین سے معلوم ہوتا ہے کہ قاسمی صاحب ہر بات پر عمیق نظر رکھتے ہیں، ان کے مضامین میں اقتصادی شرح نمو، ان کاؤنٹر۔ جی اس ٹی، داخلی سلامتی، منا بجرنگی، دلت کی بارات، پولی تھین، سول کوڈ، بائی کاٹ، برہمن وادی سوچ، قومی آبادی رجسٹر، تعلیمی نصاب کا بھگوا کرن۔ نیٹ کا نتیجہ، جیسے عنوان کافی تعداد میں موجود ہیں، جن کو پڑھ کر یہ پتہ چلتا ہے کہ قاسمی صاحب کتنے باہوش مدیر اور کتنا وسیع علم رکھنے والے مضمون نگار ہیں۔

اگر میں قاسمی صاحب کے انداز بیان اور عبارت کے مضمرات کا جائزہ لوں تو اس میں ایک دردمند مسلمان کا دل دھڑکتا نظر آئے گا، مثال کے طور پر مفتی صاحب اپنے مضمون بعنوان انتہائی خطرناک میں جو کیرالہ کے سبری مالا مندر میں دس سال سے پچاس سال کی عمر کی لڑکیوں اور خاتون کا داخلہ ممنوع ہونے سے متعلق ہے۔ سپریم کورٹ نے ہر عمر کی خواتین کے لیے مندر کے دروازے کھولنے کا حکم دیا تھا، مگر اس کے برعکس مندر کے کارکنوں نے کسی کو داخل ہونے نہیں دیا۔

اس ضمن میں ایک دردمند مسلمان کا دل یوں ذوفشاں ہوا۔ ''یہ مسلمان اور آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ ہے جو عدالت کے ہر فیصلہ کو قبول کرنے کو تیار ہے، لیکن دوسرا فریق نہ تو آئین کے احترام کا جذبہ رکھتا ہے اور نہ عدالت کے ہر قسم کے فیصلے اس کے لیے حجت اور دلیل ہیں، جب سے حکومت کا شکنجہ عدلیہ پر کسا ہے، فیصلے کی منطق، استدلال کے طریقے اور فیصلوں کی معقولیت میں بڑی تبدیلی آئی ہے، یہ تبدیلی ملک کے لیے انتہائی خطرناک ہے۔

ایسے بے باک اور بہادرانہ جملے ایک نڈر صحافی ہی کہہ سکتا ہے۔

ایک مولوی کا toome جیسے نازک موضوع پر قلم اٹھانا معمولی بات نہیں ہے۔ too me کے معنی ہوتے ہیں ''میرے ساتھ بھی'' اس عنوان کے تحت خواتین اپنے ساتھ ہوئی جنسی ہراسانی کے مسئلے بیان کرتی ہیں، اس الزام کی وجہ سے بہت سی سیاسی شہادتیں بھی ہوئی ہیں، اس مسئلہ کے تمام کوائف بیان کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں۔

ان ساری تفصیلات کے بعد ہمیں اسلامی موقف بھی سمجھنا چاہیے، اسلام کے نزدیک اس قسم کا اعلان قذف اور تہمت ہے، اس میں دو طرفہ سزاؤں کا اہتمام ہے، ثبوت اور شواہد سے الزام ثابت ہو گیا تو مرد سزا کا مستحق ہوگا اور اگر ثبوت اور شواہد سے الزام کا جھوٹا ہونا ثابت ہو گیا تو تہمت لگانے والی عورت کو سزا دی جائیگی۔ (بقیہ صفحہ: ۶ ر پر)

حکایات اہل دل

قلم: مولانا رضوان احمد ندوی

کھانے میں برکتوں کا ظہور: حضرت جابر بن عبداللہؓ ایک صحابی ہیں، ان کی بیوی کے پاس بکری کا ایک چھوٹا سا بچہ تھا، خندق کھودی جارہی تھی، ان کے دل میں خیال آیا کہ نبی علیہ السلام کئی دنوں سے خندق کھود رہے ہیں، پتہ نہیں کہ کھانا بھی ملا ہے یا نہیں، لہذا میں گھر میں کھانا بنا دیتی ہوں، اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئیں اور میرے گھر میں کھانا کھالیں، اور آرام فرمالیں، چنانچہ اس نے اپنے خاوند کو بھیجا کہ جائیں اور اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دیں کہ حضرت! آپ خود بھی تشریف لائیں اور اپنے ساتھ دو تین حضرات کو بھی لے آئیں، ہمارے پاس تین چار اصحاب کا کھانا ہے، ہم چاہتے ہیں آپ تشریف لائیں اور کھانا تناول فرمائیں۔
حضرت جابر نے نبی علیہ السلام کو دعوت دی، دعوت کا پیغام سنکر نبیؐ نے پوری فوج میں اعلان کروادیا، کہ جی آج جابر بن عبداللہؓ کے گھر میں دعوت ہے اور سب مجاہدین کھانا کھانے کے لیے ان کے گھر چلیں، جب حضرت جابر نے یہ سنا تو تیزی سے گھر کی طرف چلے تاکہ میں جا کر بتاؤں کہ یہ مسئلہ بن گیا ہے بنی علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:-
جابر! ہمارے آنے کا انتظار کرنا ہنڈیا چولہے پر رہے، اور روٹیاں چادر کے اندر چھپی رہیں میں خود آکر شروع کرواؤں گا، انہوں نے گھر جا کر اپنی بیوی سے کہا کہ اب اتنے آدمی آرہے ہیں ان کی بیوی بڑی سمجھدار تھی، اس نے کہا، اچھا مجھے ایک بات بتاؤ، کہ ان آدمیوں کو دعوت آپ نے دی ہے یا نبیؐ نے دی ہے، وہ کہنے لگے کہ میں نے تو صرف نبی علیہ السلام کو دعوت دی تھی، آگے نبی علیہ السلام نے اعلان کروایا ہے، یہ سنکر وہ کہنے لگی، اب فکر کی کوئی بات نہیں ہے، جب کھانا تیار ہوا تو نبی علیہ السلام تشریف لے گئے، صحابہ کرامؓ بھی پہونچ گئے نبی علیہ السلام خود تقسیم کرنے بیٹھ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم روٹیاں اور سالن بھر بھر کر دیتے رہے حتی کہ سبھوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور پورا لشکر پیٹ بھر کر واپس آگیا، بعد میں جب حضرت جابر نے دیکھا تو سالن بھی اتنا ہی تھا اور روٹیاں بھی اتنی ہی تھیں، سبحان اللہ۔
(خطبات ذوالفقار، ص:١٨٠)

اخلاص کی برکت سے کام ادھورا نہیں رہتا: سیدنا حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک علاقے کا شہزادہ تھا، وہ گرفتار ہو کر پیش ہوا، حضرت عمرؓ چاہتے تھے کہ اس کو قتل ہی کروادیں کیونکہ انہوں نے مسلمانوں کے خلاف بہت ہی زیادہ مصیبت بنائی ہوئی تھی، چنانچہ آپ نے اسے قتل کرنے کا حکم دیدیا، جب قتل کا حکم دے دیا تو اس نے کہا، جی کیا آپ میری آخری تمنا پوری کرسکتے ہیں؟ آپ نے پوچھا، کون سی؟ اس نے کہا مجھے پیاس لگی ہوئی ہے لہذا مجھے پانی کا پیالہ دیجئے، آپ نے حکم دیا کہ اسے پانی کا پیالہ پلادو چنانچہ اسے پانی کا پیالہ دے دیا گیا۔
جب اس نے پانی کا پیالہ ہاتھ میں لیا تو کانپنا شروع کردیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، بھئی! آپ کانپ کیوں کررہے ہیں؟ کہنے لگا، مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ میں ادھر پانی پینے لگوں گا اور ادھر جلاد مجھے قتل کردے گا، اس لئے مجھ سے پیا ہی نہیں جارہا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: تو فکر مت کر جب تک تو یہ پانی نہیں پی لیتا اس وقت تک تجھے قتل نہیں کیا جائے گا، جیسے ہی آپ نے یہ کہا تو یہ پانی نہیں پی لیتا اس وقت تک تجھے قتل نہیں کیا جائے گا، جیسے ہی آپ نے یہ کہا اس نے پانی کا پیالہ زمین پر گرادیا اور کہنے لگا، جی آپ قول دے چکے ہیں، کہ جب تک میں پانی کا یہ پیالہ نہیں پیوں گا آپ مجھے قتل نہیں کریں گے، لہذا اب آپ مجھے قتل نہیں کرسکتے، حضرت عمرؓ نے فرمایا: ہاں میں نے قول دیا تھا لہذا اب میں تجھے قتل نہیں کرتا، جیسے ہی آپ نے کہا کہ میں تجھے قتل نہیں کرتا تو اس وقت وہ کہنے لگا، جی اچھا، آپ نے فرمایا کہ آپ مجھے قتل نہیں کریں گے لیکن میری بات سن لیجئے کہ آپ مجھے کلمہ پڑھا کر مسلمان بنا دیجئے، آپ نے پوچھا، بھئی! آپ پہلے تو مسلمان نہیں بنے اب بن رہے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ پہلے آپ میرے قتل کا حکم دے چکے تھے، اگر میں اس وقت کلمہ پڑھ لیتا تو لوگ کہتے کہ موت کے خوف سے مسلمان ہوا ہے، لہذا میں چاہتا تھا کہ کوئی ایسا حیلہ کروں کہ موت کا خوف ٹل جائے، پھر میں اپنی مرضی سے اسلام قبول کروں اور لوگوں کو پتہ چل جائے کہ اللہ کی رضا کے لئے اسلام قبول کیا ہے... تو مخلص بندے کا کام کبھی ادھورا نہیں رہتا بلکہ ہمیشہ رب العزت اس کو پورا کردیتے ہیں" (خطبات ذوالفقار:١٢/٩١)

علم وادب سے نورانیت آتی ھے: امام ربانی مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ میں بیٹھا ہوا احادیث لکھ رہا تھا قلم نہیں چل رہا تھا تو میں نے اپنے ہاتھ کے انگوٹھے سے اس قلم کو ذرا درست کیا تو سیاہی لگ گئی، اسی حال میں مجھے تقاضا محسوس ہوا بیت الخلاء جانے کا، جب میں وہاں بیٹھنے لگا تو بیٹھتے ہی میری نظر انگوٹھے پر پڑی تو میں نے سیاہی دیکھی تو دل میں خیال آیا کہ اگر تقاضے سے فارغ ہوا تو ہاتھ دھوئیں گے اور پانی کی وجہ سے یہ سیاہی جو میں لکھنے میں استعمال کیا، اس گندے پانی میں شامل ہوگی جو ادب کے خلاف ہے، میں نے تقاضا کو دبایا اور بیت الخلاء سے باہر آیا اور آکر میں نے سیاہی کو صاف جگہ پر دھویا جیسے ہی دھویا اسی وقت الہام ہوا کہ احمد سرہندی! ہم نے جہنم کی آگ کو تیرے اوپر حرام کردیا ہے، تو علم بھی ہو اور ادب بھی ہو پھر نور علی نور ہوا کرتا ہے۔
(خطبات ذوالفقار، ص:٥/١١٢)

استاذ کے احترام کی انوکھی مثال: شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ نے تحریک ریشمی رومال کے دوران ارادہ فرمالیا کہ اب میں کچھ دنوں کے لئے حرمین شریفین جاتا ہوں، ایک دن آپ دارالعلوم دیوبند میں چارپائی پر بیٹھے دھوپ میں زمین پر پاؤں رکھے، کسی کتاب کا مطالعہ کررہے تھے، ان دنوں علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ، حضرت کی عدم موجودگی میں بخاری شریف پڑھاتے تھے، اس دوران ان کی نظر حضرت پر پڑی، جب درس دے کر تھک گئے تو طلباء سے فرمایا کہ آپ تھوڑی دیر بیٹھیں، میں ابھی آتا ہوں، انہوں نے درس کو موقوف کیا اور دارالحدیث سے باہر نکل کر سیدھے حضرت کے پاس آکر ان کے قدموں میں بیٹھ گئے، اس کے بعد حضرت سے عرض کرنے لگے، حضرت! پہلے آپ یہاں تھے، جب ہمیں ضرورت پڑتی تھی تو ہم آپ کی طرف رجوع کرتے تھے، آپ نے یہاں سے ہجرت کا ارادہ فرمالیا ہے، اس طرح تو ہم بے سایہ ہوجائیں گے، علامہ انور شاہ کشمیریؒ یہ الفاظ کہے اور رونا شروع کردیا، حتی کہ انہوں نے بچوں کی طرح بلکنا شروع کردیا، حضرت شیخ الہندؒ نے بھی انہیں رونے دیا، جب ان کے دل کی بھڑاس نکل گئی، تو اس وقت شیخ الہندؒ نے انہیں تسلی کی بات کہی اور فرمایا، انور شاہ! ہم تھے، تو آپ ہماری طرف رجوع کرتے تھے اور جب ہم چلے جائیں گے تو پھر لوگ علم حاصل کرنے کے لئے تمہاری طرف رجوع کیا کریں گے، چنانچہ شاہ صاحب کو اس طرح کی تسلی کی باتیں کرکے واپس بھیجدیا، جب شاہ صاحب چلے گئے تو حضرت شیخ الہندؒ کے اپنے دل میں خیال آیا کہ ان کو تو اپنے استاد کی دعاؤں کی اتنی قدر ہے اور آج میں اتنے بڑے کام کے لئے جارہا ہوں، لیکن آج میرے سر پر تو استاد کا سایہ نہیں ہے، جن کی دعائیں لیکر چلتا، چنانچہ یہ سوچتے ہی ان کو حضرت نانوتویؒ کا خیال آیا اور طبیعت میں رقت طاری ہوئی، لہذا وہیں سے اٹھے اور سیدھے حضرت نانوتویؒ کے گھر گئے، دروازے پر دستک دی اور ڈیوڑھی میں کھڑے ہو کر آواز دی، اماں جی! میں محمود حسن ہوں، اگر حضرت نانوتویؒ کے جوتے گھر میں پڑے ہیں تو وہ بھیجوادیں، چنانچہ اماں جی نے ان کے جوتے ان کے پاس بھیج دیئے، حضرت شیخ الہندؒ نے اپنے استاد کے جوتے اپنے سر پر رکھے اور اللہ رب العزت سے دعا کی، اے اللہ! آج میرے استاد سر پر نہیں ہیں، میں ان کے جوتے سر پر رکھے بیٹھا ہوں، اے اللہ! اس نسبت کی وجہ سے تو میری حفاظت فرمالینا اور مجھے اپنے مقصد میں کامیاب فرمادینا، تو استادوں کی قدر اس وقت آتی ہے، جب دیکھنے کے لئے فقط ان کے جوتے باقی رہ جاتے ہیں۔ (خطبات ذوالفقار:٨/١٠٦)

والدین کی خدمت پر غیبی نصرت: حضرت تھانویؒ نے برکت کا ایک عجیب واقعہ لکھا ہے کہ ایک نوجوان تھا اس نے اپنے والدین کی بڑی خدمت کی، بھائیوں سے کہا کہ جائیداد کا حصہ میں آپ کے سپرد کرتا ہوں، والدین کی خدمت آپ میرے سپرد کردیں سودا کرلیا، چنانچہ اس نے ماں باپ کی خوب خدمت کی، ماں باپ فوت ہوگئے، اس نے خواب میں دیکھا کہ کوئی اس سے کہتا ہے کہ فلاں پتھر کے نیچے سو دینار ہیں، کیونکہ تو نے ماں باپ کی بڑی خدمت کی ہے، پوچھا اس میں برکت ہوگی؟ کہا برکت نہیں ہوگی، نوجوان نے کہا میں نہیں لوں گا، صبح اٹھا، بیوی کو بتایا، بیوی نے کہا بے شک نہ لینا لیکن جا کے دیکھو تو سہی پڑے بھی ہوئے ہیں یا نہیں، اس نے کہا جب لینے نہیں تو میں جا کر دیکھتا بھی نہیں، دوسری رات پھر خواب آیا کہ دس دینار فلاں پتھر کے نیچے پڑے ہیں ابھی موقعہ ہے لے لو تمہاری خدمت کے بدلے مل رہے ہیں، پوچھا برکت ہوگی؟ کہا کہ برکت تو نہیں ہوگی، نوجوان کہنے لگا مجھے نہیں چاہئے، تیسری رات پھر خواب آیا کہ فلاں پتھر کے نیچے ایک دینار پڑا ہے اب جا کر لے لو، اب بھی موقعہ ہے، پوچھا برکت ہوگی؟ کہا ہاں برکت ہوگی، وہ صبح اٹھا اس پتھر کے نیچے سے جا کر دینار اٹھا کر لے آیا گھر آتے ہوئے خیال آیا کیوں نہ آج میں گھر میں پکانے کے لیے اچھی چیز لے جاؤں، اس نے مچھلی خریدی جب گھر آیا اور اس کی بیوی نے مچھلی کو کاٹا تو اس مچھلی کے پیٹ سے ایک ایسا موتی نکلا جس کو بیچا تو ان کی زندگی کا پورا خرچہ نکل آیا یہ تھی برکت، اللہ تعالی ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے کہ انسان کو وہم وگمان بھی نہیں ہوتا ہے۔

ماں کی تربیت کا اثر اولاد پر: امام غزالیؒ اور احمد غزالیؒ دونوں بھائی تھے، ان کی تربیت ان کی والدہ نے کی تھی، کیونکہ یہ دونوں لڑکپن میں یتیم ہوگئے تھے، والدہ کی تربیت سے دنوں نیکوکار بنے، ان میں سے امام غزالیؒ علم قال میں بلند مرتبہ رکھتے تھے، مگر ان کے دوسرے بھائی احمد غزالیؒ علم حال میں بہت بڑھے ہوئے تھے، وہ ایک صاحب کشف انسان تھے، امام غزالیؒ مسجد میں نماز پڑھاتے تھے، مگر ان کے بھائی احمد غزالیؒ اکیلے اپنی نماز پڑھ لیتے تھے اور امام کے پیچھے پڑھنے سے گھبرایا کرتے تھے، یہ بات لوگوں کی سمجھ سے بالاتر تھی، ایک دن امام غزالیؒ نے اپنی والدہ سے کہا: امی میں اس مسجد کا امام اور بڑا خطیب ہوں، مگر لوگ مجھ پر اعتراض کرتے ہیں کہ جب اس کا اپنا بھائی اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا تو پھر اس کی امامت کیسی ہوگی؟ ماں نے جب یہ سنا تو احمد غزالیؒ سے کہا، بیٹے تم اپنے بھائی کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو، چنانچہ ماں کے حکم کی وجہ سے وہ امام غزالیؒ کے پیچھے نماز پڑھنے کیلئے چلے گئے، امام غزالیؒ نے نماز پڑھانا شروع کیا، احمد غزالی نے پہلی رکعت تو ان کے پیچھے پڑھی مگر دوسری رکعت میں نماز توڑ کر گھر واپس آگئے، اب امام غزالیؒ کی پوزیشن پہلے سے بھی زیادہ خراب ہوگئی، نماز پڑھانے کے بعد بڑے رنجیدہ ہوئے، لوگوں کی عجیب وغریب باتیں انہیں سننا پڑیں، گھر میں آکر انہوں نے اپنی والدہ کو بتایا کہ بھائی نے آج میری ناک ہی کٹوادی، ماں نے احمد غزالیؒ کو بلا کر پوچھا بتا تو نے میری بات کیوں نہ مانی، کہنے لگے آپ کے حکم کی وجہ سے میں ان کے پیچھے نماز پڑھنے گیا، جب تک یہ نماز پڑھا رہے تھے میں ان کے پیچھے نماز پڑھتا رہا اور جب یہ نماز پڑھانے کے بجائے کچھ اور سوچنے لگے تو میں نماز توڑ کر واپس آگیا، ماں نے امام غزالیؒ سے پوچھا بیٹے تم نے کیا سوچا تھا؟ امام محمد غزالیؒ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور کہا امی میں معافی مانگتا ہوں، مجھ سے واقعی بڑی غلطی ہوگئی، میں نماز پڑھانے سے پہلے عورتوں کے کچھ مسائل پڑھ رہا تھا اور ان مسائل میں غور وفکر کررہا تھا، جب نماز کا وقت ہوا تو پہلی رکعت میں نے توجہ الی اللہ کے ساتھ پڑھائی، مگر دوسری رکعت میں عورتوں کے وہی مسائل میرے دماغ میں آگئے اور تھوڑی دیر کیلئے انہی مسائل کے بارے میں سوچنے لگ گیا، اس وقت ماں نے کہا افسوس کہ تم دونوں میں سے کوئی بیٹا بھی میرے کام کا نہ بنا، جب انہوں نے ماں کی یہ بات سنی تو دونوں بھائی تڑپ اٹھے اور کہنے لگے امی ہم دونوں آپ کے کام کے کیسے بنیں؟ کہنے لگیں ایک تو نماز میں کھڑا عورتوں کے مسائل سوچ رہا تھا اور دوسرا اس کے پیچھے کھڑا اس کے دل کو دیکھ رہا تھا، دونوں میں سے کوئی بھی اللہ کی طرف متوجہ نہ تھا، سبحان اللہ، یہ ماں کی تربیت تھی، جس نے ان کو وقت کا امام غزالی رحمۃ اللہ بنادیا، اس طرح ہر کامیاب شخصیت کے پیچھے آپ کو ماں کی شکل میں عورت کا کردار نظر آئے گا۔

زحمت انتظار: ایک دفعہ جوش ملیح آبادی حضرت مولانا ابوالکلام آزاد سے ملنے ان کی رہائش گاہ پر گئے، مولانا بے حد مصروف تھے، جب جوش پہونچے تو دیکھا کہ وہاں ملاقاتیوں کا جم غفیر ہے اور سب ملاقات کے انتظار میں اپنی باری کا انتظار کررہے ہیں، گرمی کا موسم تھا، جوش دیر تک بیٹھے، مگر باری آنے میں دیر لگ گئی تو ایک چٹ پر یہ شعر لکھ کر اردلی کے ہاتھ بھجوادیا ؎

نامناسب ہے خون کھولانا — پھر کسی اور وقت مولانا

مولانا آزاد یہ شعر پڑھتے ہی زیر لب مسکرائے اور فی الفور جوش صاحب کو اندر بلالیا۔

وعدہ خلافی - ہمارے سماج میں!

مولانا خالد سیف الله رحمانی

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لئے آخرت کا نظام یہ رکھا ہے کہ وہاں چیزوں کا مہیا ہونا انسان کی خواہشات کے تابع ہوگا، انسان جو چاہے گا فوراً اس کے لئے وہ چیز فراہم ہو جائے گی: ''وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَاتَدَّعُوْنَ'' (حم السجدہ:۳۱) لیکن دنیا کا معاملہ اس سے مختلف ہے، یہاں انسان ایک چیز کی خواہش کرتا ہے؛ لیکن وہ اسے بروقت پورا نہیں کرسکتا، وہ ایک چیز کا ضرورت مند ہوتا ہے؛ لیکن وہ چیز اسے بروقت مہیا نہیں ہوتی؛ اسی لئے انسان ایک دوسرے سے لین دین کا محتاج ہوتا ہے، اس لین دین میں اکثر عہد و پیمان کی نوبت آتی ہے، اس لئے شاید ہی کوئی انسان ہو جس کو زندگی کے مختلف مراحل میں خود وعدہ کرنے یا دوسروں کے وعدہ پر بھروسہ کرنے کی نوبت نہ آتی ہو، وعدہ کرنے والے پر دوسرا شخص بھروسہ اور اعتماد کرتا ہے اور بعض دفعہ اس اعتماد پر خود بہت سے معاملات طے کر گذرتا ہے، اس لئے وعدہ کی بڑی اہمیت ہے۔

اسی لئے اسلام میں عہد کو پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور عہد شکنی کی مذمت کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: عہد کو پورا کرو؛ کیوں کہ قیامت کے دن عہد کے بارے میں انسان جواب دہ ہوگا: ''وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا'' (بنی اسرائیل:۳۴) قرآن نے ان لوگوں کی تعریف کی ہے، جو وعدہ کو پورا کیا کرتے ہوں، (البقرۃ:۲۲) ایک اور موقع پر بھی ان لوگوں کی تعریف کی گئی ہے جو اپنے وعدہ کا پاس ولحاظ رکھتے ہوں: ''وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَ مٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ'' (المومنون: ۸) خود اللہ تعالیٰ نے اپنی اس صفت کا بار بار ذکر فرمایا ہے، کہ اللہ تعالیٰ وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتے: ''وَلَنْ يَّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ'' (الحج:٦) اللہ کے نبی حضرت اسماعیلؑ کی تعریف کرتے ہوئے خاص طور پر اس کا ذکر فرمایا کہ وہ وعدہ کے سچ تھے، ''اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ'' (مریم:۵۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات کے ذریعہ بھی ایفاءِ عہد کی اہمیت اور وعدہ خلافی کی بُرائی کو بیان فرمایا ہے؛ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس میں تین باتیں پائی جاتی ہوں وہ منافق ہے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے، اگر امانت رکھی جائے تو خیانت کرے، (بخاری، حدیث نمبر:۳۳) نفاق کفر کی ایک قسم ہے اور وعدہ خلافی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفاق قرار دیا، اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وعدہ خلافی کس قدر مذموم بات ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل کے ذریعہ ایفاءِ عہد کی ایسی مثال قائم کی کہ اس کی نظیر ملنی دشوار ہے، عبداللہ بن ابی الحمساء سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خرید وفروخت کی، آپ کی کچھ چیز باقی رہ گئی، میں نے وعدہ کیا کہ میں یہ چیزیں یہاں لے کر آتا ہوں، میں بھول گیا، یہاں تک کہ آج اور آئندہ کل کا دن گذر گیا، تیسرے دن میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی جگہ پر تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اس قدر فرمایا: تم نے مجھے مشقت میں ڈال دیا، میں یہاں تین دنوں سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ (ابوداؤد، حدیث نمبر:۴۹۹٦)

وعدہ کی پابندی اور ایفاءِ عہد کا یہی سبق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے رفقاء نے پڑھا، اور اپنی عملی زندگی میں اسے برت کر دکھایا؛ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی وفات کا وقت آیا، تو فرمایا کہ قریش کے ایک شخص نے میری بیٹی کے لئے نکاح کا پیغام دیا تھا اور میں نے اس سے کچھ ایسی بات کہی تھی جو وعدہ سے ملتی جلتی ہے، تو میں ایک تہائی نفاق یعنی نفاق کی تین میں سے ایک علامت کے ساتھ اللہ سے ملنا نہیں چاہتا، اس لئے میں تم لوگوں کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اس سے اپنی بیٹی کا نکاح کیا (احیاء العلوم:۱۳۲/۳)

ان واقعات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی نگاہ میں وعدہ کو پورا کرنے کی کس قدر اہمیت تھی، دوست ہو یا دشمن، اپنا ہو یا بیگانہ، مسلمان ہو یا غیر مسلم، ہر ایک کے ساتھ عہد کی پابندی ضروری ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلح حدیبیہ سے جوں ہی فارغ ہوئے حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ خون میں لہولہان اور پاؤں میں بیڑیاں لگی ہوئی تشریف لے آئے، اور مسلمانوں سے عرض کناں ہوئے کہ انھیں مدینہ لے جایا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کو راضی کرنے کی کوشش کی، کہ اس دفعہ سے جو مکہ سے مسلمان ہو کر مدینہ جانے والوں کو واپس کرنے کے سلسلہ میں ہے، حضرت ابوجندلؓ کو مستثنیٰ رکھا جائے؛ لیکن اہل مکہ نے نہیں مانا؛ چنانچہ بالآخر آپ نے انھیں واپس فرمادیا، اسی طرح جن غیر مسلم قبائل سے آپ کے معاہدات ہوئے، آپ نے ان معاہدات کا پورا خیال رکھا؛ بلکہ بعض دفعہ مخالفین کی عہد شکنی کو برداشت کرتے ہوئے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عہد پر قائم رہے۔

افسوس کہ اخلاقی انحطاط اور پستی کی وجہ سے آج سماج میں وعدہ خلافی کی نوع بہ نوع صورتیں مروج ہوگئی ہیں اور لوگوں کے ذہن میں اس کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہ گئی ہے، عام طور پر لوگ سمجھتے ہیں کہ قرض وغیرہ کے لین دین ہی سے وعدہ کا تعلق ہے، حالاں کہ ہم زندگی کے تمام مراحل میں عہد و پیماں سے گذرتے ہیں، معاملات جتنے بھی ہیں، نکاح، خرید وفروخت، شرکت اور پاٹنرشپ، دوطرفہ وعدہ ہی سے عبارت ہے، اسی لئے معاملات کو عقد کہا جاتا ہے، عقد کے معنی دوطرفہ وعدہ اور معاہدہ کے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ایک سے زیادہ مواقع پر ایفاءِ عقود کی طرف متوجہ فرمایا ہے: ''وَاَوْفُوْا بِالْعُقُوْدَ'' (المائدۃ:۱) نکاح کے ذریعہ مرد عورت کے ساتھ حسن سلوک اور اس کے اخراجات کی ادائیگی کا عہد کرتا ہے اور عورت جائز باتوں میں شوہر کی فرماں برداری کا وعدہ کرتی ہے؛ لہٰذا اگر شوہر بیوی کے ساتھ حق تلفی کرے یا بیوی شوہر کے ساتھ حکم عدولی تو نہ صرف حق تلفی اور عدول حکمی کا گناہ ہوگا؛ بلکہ وہ وعدہ خلافی کے بھی گناہ گار ہوں گے، بیچنے والا گاہک سے مال کے صحیح ہونے اور قیمت کے مناسب ہونے کا وعدہ کرتا ہے، اگر وہ گاہک سے عیب چھپا کر سامان بیچے یا قیمت میں معمول سے زیادہ نفع وصول کرلے اور گاہک کو جتائے کہ اس نے معمولی نفع پر سامان فروخت کیا ہے، تو یہ عقد تجارت کے ذریعہ فریقین ایک دوسرے کے ساتھ جو عہد کرتے ہیں، اس کی خلاف ورزی ہے۔

جب آپ کہیں ملازمت کرتے ہیں تو سرکاری یا غیر سرکاری ادارہ میں جو اوقات کار متعین ہوں، آپ ان اوقات میں اپنی ڈیوٹی پر حاضر رہنے کا عہد کرتے ہیں، اگر آپ ان اوقات کی پابندی نہ کریں، دیر سے دفتر پہنچیں، پہلے دفتر سے نکل جائیں، یا درمیان میں دفتر چھوڑ دیں، یا دفتر کے اوقات میں مفوضہ کاموں کو انجام دینے کے بجائے اپنے ذاتی کام کرنے لگیں، تو یہ بھی وعدہ کی خلاف ورزی میں شامل ہے، بعض شعبوں میں ملازمین کو خصوصی الاونس دیا جاتا ہے، کہ وہ پرائیوٹ طور پر کوئی اور کام نہ کریں، خاص کر میڈیکل شعبہ میں گورنمنٹ چاہتی ہے کہ ڈاکٹر کی پوری صلاحیت سرکاری دواخانے میں آنے والے مریضوں پر خرچ ہو؛ کیوں کہ انسان کی قوت کار محدود ہے، اور جو شخص ہسپتال میں آنے سے پہلے اپنی قوت ڈھیر سارے مریضوں کو دیکھنے پر صرف کر چکا ہو، یقیناً اب جو مریض اس کے سامنے آئیں گے، وہ کما حقہ، اس کی تشخیص نہیں کرسکے گا، اب اگر کوئی شخص گورنمنٹ سے الاؤنس بھی حاصل کرے اور نجی کلینک اور نرسنگ ہوم بھی چلائے تو یہ وعدہ خلافی ہی کے زمرے میں آئے گا اور یہ بات تو ستم بالائے ستم ہوگی کہ جب کوئی مریض سرکاری دواخانہ میں آئے، تو معالج اس سے ایسی بے اعتنائی برتے، کہ وہ اس کے پرائیوٹ دواخانہ سے رجوع ہونے پر مجبور ہو جائے، یہ وعدہ خلافی کے ساتھ ساتھ عوام پر کھلا ہوا ظلم بھی ہے۔

آج کل بعض سواریوں کے لئے گورنمنٹ کی طرف سے میٹر لگے ہوئے ہیں، اس میٹر میں فریقین کی رعایت ملحوظ ہے؛ لیکن ہوتا یہ ہے کہ پسنجر کی مجبوری اور ضرورت کو دیکھتے ہوئے میٹر سے زیادہ پیسے طلب کئے جاتے ہیں، یہ بھی وعدہ خلافی کے زمرہ میں داخل ہے؛ کیوں کہ گورنمنٹ کا ٹیکس لائسنس ٹیکس کے قواعد وضوابط کے ساتھ مربوط ہے، گویا لائسنس لینے والا اس بات کا عہد کرتا ہے کہ وہ گورنمنٹ کی ہدایت کے مطابق ہی پیسے وصول کرے گا، لوگوں کی مجبوری کو دیکھتے ہوئے زائد پیسوں کا طلب گار ہونا اس عہد کی خلاف ورزی ہے۔

وعدہ کا تعلق ہماری تقریبات، جلسوں اور دعوتوں سے بھی ہے، مثلاً دعوت نامہ میں لکھا گیا کہ نکاح عصر کے بعد ہوگا؛ لیکن جب تقریب میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ نوشہ صاحب اپنی شانِ خاص کے ساتھ عشاء کے بعد تشریف لائے، دعوت نامہ میں لکھا گیا کہ طعام ولیمہ ۸/بجے شب میں ہے؛ لیکن حقیقت میں دعوت کی ابتداء دس بجے شب سے ہوئی، کیا یہ وعدہ کی خلاف ورزی نہیں ہے؟ غور کیجئے کہ لوگ ایسی تقریبات میں شرکت اپنے تعلقات کی پاسداری میں کرتے ہیں، کسی کے یہاں بیماری ہے، کوئی خود بیمار ہے، کسی نے تقریب کے وقت کے لحاظ سے آئندہ پروگرام بنا رکھا ہے، ایسے مواقع پر یہ تاخیر اس کے لئے کس قدر گراں گذرتی ہے آکر واپس ہونے میں میزبان کی ناگواری کا اندیشہ اور انتظار کرنے میں دوسرے پروگرام متأثر!

افسوس کہ دینی جلسوں اور پروگراموں میں بھی ہم اس کی رعایت ملحوظ نہیں رکھتے، اعلان ہوا کہ نمازِ عشاء کے فوراً بعد جلسہ شروع ہوگا؛ لیکن عملاً مزید دو گھنٹہ تاخیر سے جلسہ کا آغاز ہوا، دعوت نامے میں صبح ۹/بجے سے جلسہ کا اعلان کیا گیا؛ لیکن جلسہ کا آغاز ہی ۱۱ بجے کے بعد ہوا، یہ وعدہ خلافی بھی ہے اور وقت کی ناقدری بھی، کچھ یہی حال بعض مقررین کا ہوتا ہے، مقرر صاحب کو وقت ۲۰/منٹ کا دیا گیا؛ لیکن جب مائک ان کے ہاتھ میں آیا تو انھیں یہ خیال پیدا ہوگیا کہ اس پروگرام میں ان کے سوا کسی اور کو تقریر کا حق نہیں، اور اس طرح دوسرے مقررین کے لئے یا تو وقت نہیں بچا، یا سامعین کے صبر کا امتحان ہوتا رہا؛ حالاں کہ اسلام نے تمام عبادتوں کو وقت کے ساتھ مربوط رکھا ہے، نماز کے لئے اوقات مقرر ہیں، وقت گذر جائے تو نماز قضاء ہو جائے گی، وقت سے پہلے پڑھ لی جائے تو نماز ادا ہی نہ ہوگی، روزہ بھی وقت سے متعلق ہے، دو منٹ پہلے افطار کرلے تو روزہ درست نہیں ہوگا، دو منٹ بعد سحری کھائیں تب بھی روزہ فاسد ہو جائے گا، حج بھی پانچ مقررہ ایام میں کیا جاتا ہے اور حج کے تمام افعال کے لئے ایام واوقات مقرر ہیں، زکوٰۃ کا تعلق بھی مال پر سال گذرنے سے ہے، عجیب بات ہے کہ جس دین میں وقت کا اتنا پاس ولحاظ ہو، اسی دین کے ماننے والوں میں وقت کی اس درجہ ناقدری اور ناحق شناسی یہ سب باتیں وعدہ خلافی میں داخل ہیں!

ہم جب کسی ملک کی شہریت اختیار کریں تو یہ اس ملک کے قوانین پر عمل کرنے کا عہد کرنا ہے؛ لہٰذا جب تک وہ قوانین اسلامی تعلیمات کے خلاف نہ ہوں یا صریحاً ظلم پر مبنی نہ ہو ان قوانین کا پابند رہنا ہم پر واجب ہے اور اس کی رعایت نہ کرنا ملک کے ساتھ کئے ہوئے عہد کی خلاف ورزی ہے، اس لئے اس سے بچنا ضروری ہے۔ غرض، سماجی زندگی میں ہم ہر جگہ ایک عہد کے پابند ہیں، بعض عہد ہم اپنی زبان سے کرتے ہیں، بعض عہد ملک کے شہری ہونے کے لحاظ سے از خود ہم سے متعلق ہو جاتا ہے، بعض عہد کسی معاملہ کی وجہ سے شرعاً ہمارے ذمہ ہوتا ہے اور بعض سماج کے عرف ورواج کی بنیاد پر بھی ہمارے لئے واجب العمل ہوتا ہے، ہم پر ان سب کی پاسداری ضروری ہے، مگر زندگی کے کتنے ہی مراحل میں ہم اپنے عہد و پیمان توڑتے ہیں اور وعدے وفا نہیں کرتے، اس پر دقتِ نظر کے ساتھ غور کرنے اور وعدہ خلافی وبدعہدی کے گناہ سے بچنے کی ضرورت ہے۔

بقیہ: زاویہ نظر پر ایک نظر .... خودکشی جیسے حساس اور نازک مسئلہ پر آپ قلم اٹھاتے ہوئے صفحہ قرطاس پر اپنا اشہب قلم یوں دوڑاتے ہیں، ''خودکشی ایک انتہائی قدم ہے، جو انسان مختلف احوال میں مایوسی کا شکار ہو کر اٹھاتا ہے، کسی کو نوکری ملنے میں مایوسی ہاتھ آئی، کسی کو قرض کی ادائیگی کے لیے رقم کی حصول میں مایوسی کا سامنا پڑا، کبھی امتحانات میں ناکامی سے طلبہ مایوس ہو جاتے ہیں اور کبھی عشق اور محبت میں ناکامی اس کا سبب بنتی ہے، قاسمی صاحب اپنے قلم کی جولانئ طبع سے اور اسلامی نقطہ نظر سے ایسے مایوس اور محروم افراد کو راہ دکھاتے ہوئے لکھتے ہیں ''اسلام ناامیدی کی گھٹاٹوپ تاریکیوں میں امید وتوقعات کے چراغ روشن کرنے کی تلقین کرتا ہے وہ اللہ کی رحمت سے ناامید ہونے کو کفر کے برابر قرار دیتا ہے، اسلام کا عقیدہ ہے کہ اللہ اپنے بندوں پر رحم کرنے والا ہے۔ اور حالات کو بدلنے کی قدرت وطاقت اسی کے قبضہ میں ہے''۔

626 صفحات کی اس کتاب میں 273 موضوعات پر منتخب مضامین شامل ہیں، صفحہ قرطاس پر یہ مضامین اس طرح کا جمالیاتی نقشہ پیش کرتے ہیں جیسے کہکشاں میں ستارے جڑے ہوں، اس کتاب کی بڑی خوبی اور خصوصیت یہ ہے کہ اس کتاب میں املے کی ایک بھی غلطی ٹائپنگ میں نظر نہیں آئی ہے، مطلب یہ ہے کہ اس کی پروف ریڈنگ بہت عرق ریزی سے کی گئی ہے، آجکل اردو کتابوں میں یہ عیب بہت نظر آتا ہے، اس کا ذمہ دار کچھ تو انگریزی کی بورڈ ہے اور کچھ اردو کے وہ لفظ جن کے صوتی اثرات ایک ہوتے ہیں، جیسے ث، س، اور ص سے شروع ہونے والے الفاظ غلط ٹائپ ہو جاتے ہیں، حالانکہ جدید انگریزی جسے امریکن انگلش کہا جاتا ہے وہاں k اور c میں امتیاز باقی نہیں رہا، کافی آپ چاہے k سے لکھیں یا c سے دونوں قابل قبول، مگر اردو میں ص کی جگہ ث استعمال کر دیا اور ''ع'' کی جگہ الف لکھ دیا تو اچھا خاصہ معصوم مکمل طور پر گنہ گار ہو جاتا ہے اور اگر امارت الف کی جگہ ''ع'' سے لکھ دیں تو پوری حکومت ایک چھوٹی سی بلڈنگ میں محدود ہو جائے گی۔ میرے خیال میں یہ کتاب اپنی گونا گوں صفات، ہمہ جہت وسیع النظری اور قابل قدر عنوانات اور اسلام کی چاشنی میں لپٹی ہوئی معلومات کی وجہ سے اہل نظر کے لیے بہت اہمیت کی حامل ہے۔

اسلام فلسفہ نہیں، نظام حیات

مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی

مغربی سامراج کے عہد میں مستشرقین کی جانب سے اٹھائے گئے شکوک وشبہات کا ازالہ، علم جدید کی روشنی میں اسلام کا تعارف اور مغربی تہذیب کے مضر اثرات کی نشاندہی ایک مثبت علمی اور دعوتی کام تھا جس کو ان اہل علم وفکر نے انجام دیا جو مغربی تہذیب کے منفی اور ایجابی پہلوؤں سے واقف تھے اور ان میں سے بعض کو مغربی تہذیب کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تھا اور ان کو مغربی فکر کے مطالعہ کا بھی موقع ملا تھا، ان کی مخلصانہ علمی ودعوتی کاوشوں کے نتیجہ میں ایک بڑا کتب خانہ وجود میں آیا جس کی مدد سے مغربی فکر اور تہذیب سے متاثر ذہنوں تک رسائی حاصل ہوئی اور مرعوبیت اور دفاعی پوزیشن سے دعوتی اور تقابلی انداز فکر پیدا ہوا، اس کا اندازہ سامراج کے ابتدائی اور آخری دور کے لٹریچر سے کیا جاسکتا ہے، اس عہد میں ایسے اہل علم وفکر، تجزیہ نگار، صاحبِ فہم واہل قلم پیدا ہوئے جنہوں نے ذہن میں خود اعتمادی اور ایمان ویقین پیدا کیا، اس اعتبار سے یہ عہد تاریخ اسلام کے عہد اول کے علمی دور سے مطابقت رکھتا ہے، مسلمانوں نے معاصر فلسفہ کا گہرائی سے مطالعہ کیا، اس کو مدون کیا اور تلخیص و تشریح کرتے وقت اپنی علمی لیاقت سے مفید اور غیر مفید مواد میں فرق واضح کیا اور اس علمی سرمایہ میں اپنی فکر وتحقیق سے اضافہ کر کے ان کو اسلامی ادب عطا کیا، ان اہل فکر کی حیثیت معاشرہ میں ایسے علمی سرچشمہ کے مانند ہوگئی جو تعلیم یافتہ طبقہ کے لیے مرجع کی حیثیت رکھتا ہے، ان لوگوں نے زمانہ کے مطابق اسلام کی علمی وعقلی تشریح کی اور علم وتحقیق کے ایک نئے دور کا آغاز کیا۔

موجودہ دور میں بعض لوگوں نے دعوت کو عام کرنے کے لیے صحافت، نشر واشاعت کے وسائل اور علمی مذاکروں کا بھی اہتمام کیا، مختلف مذاہب اور نظریات کے ماننے والوں خاص طور سے عیسائیت، ہندومت، بدھ مت کے پیروکاروں سے رابطہ قائم کرنے کے مختلف طریقے اختیار کیے، 11 ستمبر کے واقعات کے بعد جب دہشت گردی کا مسلمانوں پر الزام لگا کر اسلام کے خلاف دوبارہ نظریاتی اور سیاسی جنگ شروع کی گئی تو اس علمی قافلہ کے رہبروں نے اس غلط اور بے بنیاد الزام کے مقابلہ کے لیے کانفرنسوں، باہمی ملاقات ومذاکرات اور تحریر وتقریر کے ذریعہ اس الزام کی تردید اور اسلام کی امن پرستی، حب الوطنی، انسانیت دوستی کی وضاحت کی، اس کے لیے صحافت، انٹرنیٹ، ویڈیو، کتب ومنشورات، ڈائیلاگ اور کانفرنسوں کے ذرائع کا استعمال کیا گیا اور یہ سلسلہ جاری ہے، اس کے ساتھ مسلم سماج کی اصلاح کی بھی مہم چلائی گئی، کیونکہ مسلم سماج کا بگاڑ خود اسلام کو داغدار کرتا ہے، چنانچہ ان لوگوں کی کاوشوں کے نتیجہ میں اسلام کے مطالعہ کا داعیہ پیدا ہوا جس کے نتیجہ میں ایک بڑی تعداد نے اسلام قبول کیا، اس کا اندازہ اسلامی تحریکوں، تعلیمی وتربیتی اداروں کے قیام اور میڈیا میں اسلامی وجود سے کیا جاسکتا ہے اور اسلام قبول کرنے والے تعلیم یافتہ عناصر سے جو مختلف مذاہب اور ملکوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

علمی وفکری میدان میں یہ پیش قدمی ایک خوش کن تبدیلی ہے اور علمی اور ثقافتی لحاظ سے اسلام کی واپسی کی علامت ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ مسلم سماج کی عمومی حالت کو بھی نظر انداز کرنا اس پیش قدمی کے راستہ میں رہزنی کے مترادف ہے، محض نظریاتی یا فکری اسلامیت اسلامی انقلاب لانے میں کبھی کامیاب نہیں ہوسکتی جب کہ وہ زندگی میں رائج اور معروف نہ ہو اور مسلم سماج اس کا نمونہ نہ بنے، لٹریچر سے اسلام قبول کرنے والوں کو اکثر اس سلسلہ میں مایوسی کا شکار ہونا پڑتا ہے۔

عہد اول کی اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں جس طرح علم وفکر میں مسلمانوں نے پیش قدمی کی، اسی طرح مسلمانوں کی زندگی اسلامی تعلیمات کی تصویر تھی وہ زندگی کے تمام شعبوں میں اسلامی حقائق اور اس کی تعلیمات سے آراستہ تھے لوگوں نے ان کی سیرت وکردار، اخلاق واعمال کو دیکھ کر اسلام قبول کرلیا، انہوں نے علم سے زیادہ عمل کو ترقی دینے اور اس کے میدان کو وسیع کرنے میں اپنی کوششیں صرف کیں، علم کے ساتھ اگر عمل نہ ہو تو پھر کسی قوم کا ستارۂ اقبال بلند نہیں ہوسکتا، البتہ وہ اپنے علم کے ذریعہ لوگوں کے دلوں کو تھوڑی دیر کے لیے متاثر کردے اور بعض متکلمین کو خاموش کردے، لیکن وہ دلوں کو فتح نہیں کرسکتا۔

اسلام علم وعمل کا جامع ہے، ہمارے اسلاف کا یہی دستور رہا ہے کہ انہوں نے علم کے ساتھ عمل کا بھی اہتمام کیا ہے، بعض اہل علم کے بارے میں تاریخ میں اس کی مثالیں ملتی ہیں کہ جتنا علم حاصل کرتے اس پر عمل شروع کردیتے اور مزید علم اس وقت تک حاصل نہ کرتے جب تک حاصل شدہ علم پر عمل نہ شروع ہوجاتا، اسی طرح قول وفعل میں مطابقت کی مثالیں ملتی ہیں، وہ اس بات کی تلقین کرتے جس پر ان کا عمل ہوتا، وہ عالم باعمل تھے وہ اپنے عمل سے معروف تھے، صحابہ کرام، تابعین اور ان کی راہ پر وہ اپنے عمل سے معروف تھے، صحابہ کرام، تابعین اور ان کی راہ پر چلنے والے لوگوں کی حیات طیبہ دوسروں کے لیے عملی زندگی کا نمونہ ہوتی تھیں، اگر وہ علم کے ساتھ عمل نہ کرتے تو اس کا عمل دوسروں کے لیے قابل حجت نہ رہتا، علم کے بارے میں ان کا رویہ صدق وعمل کا تھا، اس کا اندازہ اس دور کے اہل علم کی زندگی سے کیا جاسکتا ہے، یہ خصوصیت صرف دینی علوم کی تحصیل میں مشغول علماء ہی کی زندگی میں نہیں پائی جاتی، بلکہ ادب اور فلسفہ کی تحصیل میں مشغول علماء کی زندگی میں بھی اس کے نمونے ملتے ہیں۔

اسلام تمام ادیان ومذاہب کے مقابلہ میں جس طرح عمل پر زور دیتا ہے اسی طرح علم پر زور دیتا ہے اور اس نے علماء عاملین کو اعلیٰ مرتبہ عطا کیا ہے، ہمارے اسلاف نے علمی میدان میں ترقی کی اور مختصر مدت میں کتب خانے عام کیے اور اس میں دیانت وامانت کا ثبوت دیا، اس کی مثال دوسرے مذاہب میں ملنا مشکل ہے۔

عصر حاضر میں داعیوں نے اسلام کی نشر واشاعت کرنے، غیروں کو اس سے باخبر کرنے میں جو نمایاں کامیابی حاصل کی ان پر ہمیں فخر ہے، لیکن اس سے ہماری علمی ذمہ داریاں ختم نہیں ہوتیں، ہماری تمام تر کوششیں اسی وقت کامیاب ہوسکتی ہیں جب علم کے ساتھ عمل کا رنگ غالب ہو کیونکہ آج دنیا ہمارے علمی کارناموں کو دیکھنے سے کہیں زیادہ ہماری سیرتوں کو دیکھتی ہے، ہمارے اخلاق وکردار کو دیکھتی ہے، مثال کے طور پر اگر ہم اپنی تحریر وتقریر میں قرآن وحدیث کی تعلیمات کی روشنی میں اتحاد واتفاق پر زور دیتے ہیں اور "لا فضل لعربی علی عجمی"[4] اور مساوات کے احکام بیان کرتے ہیں، پڑوسیوں، گھر، خاندان، اساتذہ، طلبہ، حاکم ورعایا کے باہمی حقوق پر روشنی ڈالتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ خود ہمارے درمیان عدم مساوات یا تفاخر کا اظہار ہوتا ہے تو یہ اس دعوے کی طرح ہے جس کی دلیل نہ ہو، اسی طرح امانت، دیانت حرام وحلال کا لحاظ، صدق، رحم ومروت، انسانی حقوق کی حفاظت، ایثار قربانی کے جذبات ہیں جن کا اظہار مسلم سماج میں دوسرے سماج سے زیادہ ہونا چاہیے، اکثر یوروپی اور ہندو، اسلام کی دعوت دینے کے بعد ہی اسلام قبول کرتے ہیں، وہ مسلمانوں پر عائد ہونے والے فرائض وحقوق کو بغور سنتے ہیں، اس لیے جب وہ عملی میدان میں مسلمانوں کی اجتماعی زندگی، ان کے اخلاق وکردار، فکری جمود، اقتصادی استحصال، طبقہ واریت، مذہبی، فکری، قبائلی، اختلافات کو دیکھتے ہیں تو حیران وپریشان ہوجاتے ہیں۔

اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کے ذریعہ اسلام لانے والوں کی اچھی خاصی تعداد نے اس کی شکایت کی ہے کہ جب ان لوگوں نے مسلم معاشرہ میں قدم رکھا تو انہوں نے مسلمانوں کی زندگی کو اسلامی تعلیمات کے بالکل برعکس پایا، بلکہ اسلام کی دعوت دینے والوں کی زندگی کو اس سے مختلف پایا تو ان پر بڑی مایوسی طاری ہوئی، یہی واقعہ ایک نومسلم خاتون کے ساتھ پیش آیا، وہ کہتی ہیں کہ جب اس نے ایک روایتی مسلم سے شادی کی تو اس نے اس کے عقیدہ اور طرز معاشرت میں ہندوؤں اور غیر مسلموں کے عقائد کا رنگ پایا، نیز اس نے اس کو دینی، اخلاقی، معاملات میں تساہلی کا شکار پایا، اسلامی تعلیمات اور مسلمانوں کے مابین اس شدید اختلاف ودوری سے نومسلموں کو اکثر صدمہ ہوتا ہے اسی طرح دعوت کے ذمہ داران، اسلامی تحریکات کے قائدین، سرکاری دفاتر اور دیگر کمپنیوں میں کام کرنے والے افراد کی زندگیاں بھی اسلامی تعلیمات کی نمائندگی نہیں کرتیں، اس سے دعوت واصلاح اور علم وعمل میں تعارض ظاہر ہوتا ہے، یہ تعارض اسی وقت ختم ہوسکتا ہے جب علماء اور داعی، مسلم معاشرہ کی اصلاح کی طرف خصوصی توجہ دیں، قول وعمل میں مطابقت پیدا کریں اور مسلمانوں کے داخلی امراض کا اس طرح علاج کریں کہ ان کے اور غیروں میں کوئی فرق باقی نہ رہے، انہی امراض کی بنیاد پر دشمن اسلام پر حملہ کرنے اس کی صورت کو مسخ کرنے کی غلط اور باطل تدبیریں کر رہا ہے۔

اس دور کا یہ المناک سانحہ ہے کہ مسلمان دوسرے لوگوں میں تو اسلامی تعلیمات اور اس کے اصول و حقائق کی دعوت دیتے ہیں، لیکن اپنی زندگی میں اسلامی احکام اور اسلامی تعلیمات سے اپنے دامن کو جھاڑ لیا ہے، آج ہم لوگوں کو ایسے امور کی دعوت دیتے ہیں جس کے ہم خود پابند نہیں ہیں، ہماری زندگی اسلامی تعلیمات سے دور ہے۔

اسلام کی نشر واشاعت کے لیے کی جانے والی کوششیں اسی وقت ثمر آور ہوسکتی ہیں جب داعی اسلام اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات کے مطابق گزاریں، ہمارے بعض داعی یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تبدیلی حکومت کے بغیر نہیں ہوسکتی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے اکثر تعلیمات پر عمل کرنے کے لیے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں، بلکہ یہ رضا کارانہ عمل ہے، ہر مسلمان اس کو اپنی زندگی میں نافذ کرسکتا ہے، مثلاً صداقت وامانت، مساوات وصلہ رحمی، حقوق کی ادائیگی، شرعی ذمہ داریوں کی پابندی کے لیے حکومت کی کیا مجبوری ہے، ان تمام امور کو اختیار کرنے میں مسلمان خود مختار ہیں، تاریخ کے مطالعہ سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ پہلا اسلامی معاشرہ انفرادی تقویٰ اور زہد سے وجود میں آیا ہے جس کے نتیجہ میں اجتماعی نظام وجود میں آیا اور اس کے نتیجہ میں نظام حکومت وجود میں آیا، کیونکہ انفرادی اور شخصی تعمیر ہی اجتماعی نظام کی اساس ہے، انفرادی زندگی اگر درست ہوگی تو پورا معاشرہ درست ہوگا۔

آج جب کہ ہر طرف قتل وغارت گری، ظلم وعیاری، مکر وفریب، عداوت وبغاوت، خدا کی نافرمانی کا بازار گرم اور ان کے اخلاقی جرائم کو بطور فن کے پیش کیا جا رہا ہے جس کے نتیجہ میں انسانی زندگی امن و سکون سے محروم ہوگئی ہے، بداعتمادی عام ہے، انسان کی جان ومال محفوظ نہیں، اگر مسلمان عزت و شرافت کی، عفت و پاکدامنی کی، ایثار وقربانی کی، امانت و دیانت کی زندگی گزاریں تو مسلمان دوسروں کے لیے نمونہ ہوں تو ان کی زندگی اسلام کی براہ راست دعوت بن جائے، اسی کی طرف قرآن نے اشارہ کیا ہے: اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو وہ تمہیں فیصلے کی چیز دے گا، تم سے تمہارے گناہوں کو معاف کردے گا، اور انہیں بخش دے گا اور اللہ بڑا فضل والا ہے۔

اخبار جہاں

محمد عادل فریدی

تیونس میں اپوزیشن جماعتوں کے احتجاجی مظاہروں پر پابندی

تیونس میں حکام نے 02 مارچ کو ملک کے مرکزی اپوزیشن اتحاد "نیشنل سالویشن فرنٹ" (این ایس ایف) کے مجوزہ احتجاج پر پابندی عائد کردی۔ تاہم اپوزیشن نے اتوار کے روز احتجاج کے لیے اپنے طے شدہ پروگرام پر عمل درآمد کا عزم ظاہر کیا ہے۔ اپوزیشن اتحاد نیشنل سالویشن فرنٹ نے سیاسی گرفتاریوں نیز عوامی اور انفرادی آزادیوں کی خلاف ورزیوں کے خلاف اتوار کے روز احتجاج کرنے کا منصوبہ اعلان کیا ہے۔ حالیہ ہفتوں میں صدر قیس سعید کے تقریباً 20 ناقدین اور حریفوں کو گرفتار کیا جا چکا ہے۔ جن افراد کو گرفتار کیا گیا ہے، اس میں ایک بڑے میڈیا ادارے کے مالک اور ایک ممتاز کاروباری شخصیت بھی شامل ہیں۔ 2021 میں سعید کے اقتدار پر قبضہ کرنے یا زیادہ اختیار حاصل کرنے کے بعد سے مخالفین کے خلاف یہ سب سے بڑا کریک ڈاؤن قرار دیا جارہا ہے۔ حکام نے حراست میں لیے گئے افراد پر دہشت گردی، ریاست کے خلاف سازش کرنے اور حالیہ دنوں میں خوراک کی حالیہ قلت پیدا کرنے جیسے الزامات عائد کیے ہیں۔ (ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام)

برطانوی جوڑے کو معذور بیٹی کے غیر ارادی قتل کے جرم میں سزا

ویلز میں ایک جوڑے کو اپنی 16 سالہ معذور بیٹی کائیلیا کے غیر ارادی قتل کے جرم میں جیل بھیج دیا گیا ہے۔ جیوری نے متوفی لڑکی کے والد کو ساڑھے سات سال اور والدہ کو چھ سال قید کی سزا سنائی۔ معذوری کے باعث کائیلیا کو وہیل چیئر کا سہارا اور اپنے والدین کی مدد درکار تھی اور اپنی زندگی کے آخری چند ماہ انہوں نے انتہائی گندگی اور ناخوشگوار حالت میں گزارے، کائلیا، جن حالات میں رہ رہی تھیں وہ کسی جانور کے رہنے کے قابل بھی نہیں تھے۔ حکام کا کہنا ہے پولیس اور دیگر متعلقہ حکام جب کائلیا کے گھر پہنچے تھے تو سڑتے ہوئے گوشت کی بدبو کے باعث وہ صدمے کا شکار ہو گئے تھے، کائلیا وہاں مردہ حالت میں پائی گئی تھیں اور ان کے جسم پر متعدد جگہ زخم تھے جبکہ ان کے اردگرد کوڑا کرکٹ، پیشاب سے بھری بوتلیں اور کتوں کی تربیت کے لیے استعمال ہونے والے گندے ٹوائلٹ پیڈز موجود تھے، جس وقت کائلیا کو مردہ حالت میں پایا گیا، ان کا جسم مکھیوں اور کیڑوں سے ڈھکا ہوا تھا، اور ان کی موت مٹاپے سے منسلک سوزش اور السر کی وجہ سے واقع ہوئی۔ کائلیا کے والد الن ٹفورڈ نے جیوری کے سامنے اعتراف کیا کہ ان کی بیٹی کے بالغ ہونے کے بعد سے انہوں نے اس کی پرواہ کرنی چھوڑ دی تھی۔ بعد ازاں جیوری نے انہیں غیر ارادی قتل اور غفلت کا قصوروار ٹھہرا کر ساڑھے سات سال قید کی سزا سنائی۔ (ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام)

بنگلہ دیش میں مہنگے ٹکٹس اور اخراجات کی زیادتی سے عازمین حج پریشان

بنگلہ دیش میں طیاروں کے ٹکٹس اور اخراجات مہنگے ہونے کے باعث 1 لاکھ 27 ہزار حج کوٹے پر اب تک صرف 32 ہزار نے درخواست دی ہے جو ملکی تاریخ میں کم ترین تعداد ہے، عالمی خبر رساں ادارے کے مطابق آئی ایم ایف کی جانب سے گزشتہ ماہ 4.7 ارب ڈالر کی منظوری کے باوجود بنگلہ دیش میں مہنگائی اپنے عروج پر ہے کیوں کہ بنگلہ دیشی کرنسی ٹکا مسلسل گراوٹ کا شکار ہے۔ ملک میں بڑھتی ہوئی مہنگائی، ہوائی جہاز کے آسمان کو چھونے والے کرایوں اور حج کے دیگر اخراجات میں بے پناہ اضافے نے حج کے خواہش مند لاکھوں شہریوں کو مایوس کردیا ہے جن کے لیے سعودی عرب کا سفر ناممکن ہوگیا ہے۔ بنگلا دیش میں گزشتہ برس کے مقابلے اس سال عازمین حج کے ہوائی کرایوں میں تقریباً 580 ڈالر کا اضافہ ہوا ہے۔ پچھلے سال یہ 1,400 ڈالر تھا، لیکن اس سال یہ تقریباً 2,000 ڈالر مقرر کیا گیا ہے۔ سعودی عرب کی جانب سے رواں برس بنگلا دیشی حکومت کی رضامندی سے ایک لاکھ 47 ہزار کوٹہ مختص کیا ہے لیکن اب تک صرف 32 ہزار عازمین حج نے رجسٹریشن کرائی ہے جب کہ آخری تاریخ 7 مارچ ہے یعنی کوٹہ مکمل ہونا بھی مشکل نظر آرہا ہے۔ خیال رہے کہ اس سے قبل کوٹے کی تعداد سے دگنی تعداد میں درخواستیں موصول ہوتی تھیں۔ حج آفس ڈھاکا کے ڈائریکٹر سیف الاسلام نے عرب نیوز کو بتایا کہ میں نے ملک میں ایسی صورت حال کے بارے میں پہلے کبھی نہیں سنا۔ ڈائریکٹر سیف الاسلام نے اس تاثر کو غلط قرار دیا کہ حکومت عازمین حج کے لیے کوئی سبسڈی منظور کرنے کی تیاری کررہی ہے۔

اشتہارات کے لئے رابطہ کریں

ہفتہ وار نقیب امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ کا ترجمان ہے جو تقریباً سو سالوں سے مسلسل شائع ہورہا ہے، اللہ کا فضل و کرم ہے کہ ملک و بیرون ملک میں قارئین کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہورہا ہے، اس کی عمدہ طباعت، معیاری مضامین اور دیگر خصوصیات کی وجہ سے لوگ اسے ہاتھوں ہاتھ لے رہے ہیں، ادارہ قارئین نقیب سے درخواست کرتا ہے کہ وہ اپنے

مدارس، اسکول، کالج، ہاسپیٹل، میڈیکل اور دکان وغیرہ کے لئے رعایتی قیمت پر غیر تصویری اشتہارات

(Advertisements)

دے کر اپنے ادارہ اور کاروبار کو فروغ دے سکتے ہیں، نیز ادارہ نقیب کے اعزازی ممبران سے بھی درخواست کرتا ہے کہ وہ نقیب کی اشاعت میں مالی مدد کریں۔ ضروری معلومات کے لیے رابطہ کریں:

9576507798,8405997542

Email:. naqueeb.imarat@gmail.com

(منیجر نقیب)

تعلیم و روزگار

نیٹ یو جی 2023 رجسٹریشن 5 مارچ سے شروع

نیشنل ٹیسٹنگ ایجنسی (NTA) سے 5 مارچ تک قومی اہلیت کے ساتھ داخلہ ٹیسٹ انڈر گریجویٹ نیٹ یو.جی 2023 کے لیے رجسٹریشن کا عمل شروع کرنے کی توقع ظاہر کی ہے۔ نیشنل ٹیسٹنگ ایجنسی کے ایک اہلکار نے اس بات کی تصدیق کی ہے۔ آن لائن رجسٹریشن کے لائیو ہونے کے بعد امیدوار نیٹ یو.جی 2023 کے لیے neet.nta.nic.in پر آن لائن درخواست دے سکتے ہیں۔ سرکاری کیلنڈر کے مطابق امتحان 7 مئی کو ملک بھر کے کئی امتحانی مراکز پر منعقد ہونا ہے۔ نیٹ یو.جی درخواستیں جمع کرانے کے لیے طلبہ کو مقررہ فارمیٹ میں درخواستیں داخل کرنے سے پہلے خود کو رجسٹر کرنا ہوگا۔

نیٹ یو.جی 2023 کے لیے اہلیت کا معیار:

تعلیمی قابلیت: اس داخلہ امتحان کے لیے عمر کی کوئی حد نہیں ہے۔ وہ طلبہ جو اس سال بارہویں جماعت کے بورڈ کے امتحان میں شریک ہورہے ہیں یا وہ بارہویں جماعت (کسی تسلیم شدہ بورڈ سے) سائنس اسٹریم میں بایولوجی کے ساتھ اپنے بنیادی مضمون کے طور پر پاس کرچکے ہیں درخواست دینے کے اہل ہیں۔ عام زمرے کے امیدواروں کے پاس بارہویں جماعت میں 50 فیصد یا اس سے اوپر نمبر ہونا چاہئے، جبکہ مخصوص زمرے کے طلبہ کو اہلیت کے لئے 40 فیصد یا اس سے اوپر نمبر ہونا چاہئے۔ نیٹ یو.جی 2023 کے امتحان کے لیے کم از کم عمر کی حد 17 سال ہے۔

بارڈر سیکورٹی فورس میں ویکنسی

بارڈر سیکورٹی فورس (BSF) ڈائریکٹوریٹ جنرل، بارڈر سیکورٹی فورس (پرسنل ڈائریکٹوریٹ: بھرتی سیکشن)، وزارت داخلہ، حکومت ہند نے 04 آسامیوں کے لیے دلچسپی رکھنے والے اہل مرد اور خواتین دونوں سے آن لائن درخواستیں طلب کی ہیں۔ نوٹیفکیشن کے مطابق بارڈر سیکیورٹی فورس، انجینئرنگ اسٹیبلشمنٹ / سیٹ اپ میں گروپ 'بی' کمپیٹائزڈ (نان گزیٹڈ) کے تحت آسامیوں پر تقرری کے لیے 23 آسامیاں ہیں جو آسامی سال 2023 کے لیے پُر کی جائیں گی۔ بی ایس ایف بھرتی 2023 نوٹیفکیشن کے ذریعے مشتہر کردہ پوسٹوں پر تقرری کے لیے انتخاب کیا جائے گا۔ جیسا کہ بی ایس ایف نوٹیفکیشن میں ذکر کیا گیا ہے تمام 03 پوسٹیں پے لیول-07 (142400-Rs.44900) اور پے لیول-06 (112400-Rs.35400) کے تحت بالترتیب BSF کے اشتہار میں مطلع کی جائیں گی۔ جس میں یہ پوسٹیں شامل ہیں: ۱۔ انسپکٹر (آرکیٹیکٹ) ۲۔ سب انسپکٹر (ورکس) ۳۔ جونیئر انجینئر/سب انسپکٹر (الیکٹریکل)، فارم بھرنے کی آخری تاریخ 14 مارچ 2023 ہے۔

پہلی کلاس میں داخلے کے اصول میں تبدیلی، وزارت تعلیم نے ریاستوں کو جاری کیے احکامات

نونہالوں کو اسکولوں میں داخل کرانے کی سوچ رہے سرپرستوں کے لیے یہ بڑی اہم خبر ہے۔ وزارت تعلیم نے سبھی ریاستوں اور مرکز کے زیر انتظام ریاستوں کو پہلی کلاس میں داخلے کے لیے کم از کم عمر چھ سال طے کرنے کا حکم دیا ہے۔ نئی قومی تعلیمی پالیسی (این ای پی) کے مطابق، بنیادی مرحلے میں تمام بچوں (3 اور 8 سال کی عمر کے درمیان) کے لیے سیکھنے کے پانچ سال کے مواقع شامل ہیں۔ جس میں تین سال کی پری اسکول ایجوکیشن اور پھر کلاس 01 اور 02 شامل ہیں۔ محکمہ تعلیم کے ایک سینئر افسر نے کہا کہ اس طرح یہ پالیسی پری اسکول سے کلاس 02 تک بچوں کے سیکھنے اور ترقی کو فروغ دیتی ہے۔ یہ صرف آنگن واڑیوں یا سرکاری امداد یافتہ، نجی اور این جی او- میں پڑھنے والے تمام بچوں کے لیے تین سال کی معیاری پری اسکول تعلیم تک رسائی کو یقینی بنا کر ہی کیا جا سکتا ہے۔ ریاستی حکومتوں اور مرکز کے زیر انتظام علاقوں کی انتظامیہ کو وزارت نے ہدایت کی ہے کہ وہ اپنی ریاست کی پالیسی کے ساتھ عمر کو ہم آہنگ کریں اور چھ سال یا اس سے زیادہ عمر کے بچوں کو پہلی جماعت میں داخل کریں۔ قابل ذکر ہے کہ، سال 24-2023 کے مرکزی بجٹ میں مرکز نے تعلیم کے شعبے کے لیے 13.1 لاکھ کروڑ روپے مختص کیے، جس سے اسکول اور اعلیٰ تعلیم پر متوقع اخراجات میں 2022-23 کے مقابلے میں تقریباً 3.8 فیصد اضافہ ہوا۔

مولانا منت اللہ رحمانی پارامیڈیکل انسٹی ٹیوٹ

امارت شرعیہ، پھلواری شریف، پٹنہ۔ 801505

داخلہ نوٹس

جن طلبہ و طالبات نے مولانا منت اللہ رحمانی پارامیڈیکل انسٹی ٹیوٹ امارت شرعیہ پھلواری میں بی ایم ایل ٹی اور بی پی ٹی میں داخلہ کے لیے داخلہ امتحان دیا تھا اور ان کا داخلہ نہیں ہو سکا، اگر وہ طلبہ بہار سرکار Health Deptt. سے Permament منظور شدہ Diploma in Pathology (DMLT) دو سالہ میں داخلہ لینا چاہتے ہیں تو وہ جلد از جلد انسٹی ٹیوٹ میں آکر داخلہ لے سکتے ہیں، کچھ محدود سیٹیں ہی بچی ہوئی ہیں۔ داخلہ کیلئے انٹرمیڈیٹ کا مارکس شیٹ، CLC اور Migration جمع کرنا ضروری ہے۔ جن طلبہ نے بی ایم ایل ٹی یا بی پی ٹی کے لیے امتحان نہیں دیا تھا وہ بھی اگر ڈی ایم ایل ٹی میں داخلہ لینا چاہتے ہیں تو انسٹی ٹیوٹ کے کاؤنٹر سے 700 روپئے ادا کرکے داخلہ فارم لیکر ڈائرکٹ داخلہ لے سکتے ہیں۔

تعلیمی لیاقت کم سے کم I.Sc (Physics,Chemistry,Biology&English) ہونا ضروری ہے۔ مزید معلومات کے لیے درج ذیل نمبرات پر رابطہ کیا جاسکتا ہے۔

فون نمبر: 8873771070,9334338123,9939899930

(سہیل احمد ندوی) (سید نثار احمد)

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

تنظیم امارت شرعیہ کے ارکان ملی مسائل کے حل کیلئے آگے آئیں: محمد شبلی القاسمی

تنظیم امارت شرعیہ مدھوبنی کا مشاورتی اجلاس مختلف تجاویز کی منظوری کے ساتھ اختتام پذیر، ضلع و بلاک کمیٹیوں کے اراکین نے کی شرکت

موجودہ وقت ہندوستانی مسلمانوں کے لئے کام کرنے کا ہے، اس ملک میں جتنے بھی تجدیدی اور انقلابی کام انجام پائے ہیں، وہ سب کے سب مشکل گھڑیوں میں انجام پائے۔ ابھی ضرورت ہے کہ ہم میں کا تعلیم یافتہ اور باشعور طبقہ اپنی ملت اور سماج کے لیے غور وفکر سے کام لے اور ان کی تعمیر وترقی میں اپنے جان مال اور وقت کی قربانی پیش کرے، آپ ایک زندہ قوم ہیں، مشکل سے مشکل حالات میں جینے کا سلیقہ جانتے ہیں، آپ کو باہمی اتحاد کے ساتھ مسلکی اختلافات سے اوپر اٹھ کر ملت کے تمام مسائل کو حل کرنے کے لیے آگے آنا چاہیے، مذکورہ باتیں امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ پھلواری شریف پٹنہ کے قائم مقام ناظم جناب مولانا محمد شبلی القاسمی نے تنظیم امارت شرعیہ مدھوبنی کے تمام ذمہ داران سے اپنے صدارتی خطاب میں کہیں، واضح رہے کہ گزشتہ کل تنظیم امارت شرعیہ مدھوبنی کا مشاورتی اجلاس زیرصدارت قائم مقام ناظم امارت شرعیہ جناب مولانا محمد شبلی القاسمی، مدرسہ فلاح المسلمین بھوارہ گواپوکھر میں منعقد ہوا، جہاں مدھوبنی کے تمام بلاکوں کے ذمہ داران تنظیم نے شرکت کی اور اپنے اپنے بلاک کی تنظیمی کارکردگی رپورٹ پیش کی۔

مجلس کا آغاز قرآن کریم کی تلاوت اور نعت پاک سے ہوا، اس کے بعد امارت شرعیہ کے معاون ناظم مولانا احمد حسین قاسمی مدنی نے تنظیم امارت شرعیہ کے اغراض ومقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے تنظیم کے حالیہ کاموں سے لوگوں کو واقف کرایا اور ضلع اور بلاک کمیٹیوں کو ان کی متعینہ ذمہ داریوں سے روشناس کراتے ہوئے کہا کہ سب سے بڑی ذمہ داری ضلع کمیٹی کی ہے اگر ضلع کمیٹی متحرک وفعال رہے گی تو اس کی ماتحت بلاک اور پنچایت سطح کی کمیٹیاں حرکت میں رہیں گی اور زمینی سطح پر کاموں کو انجام دیں گی۔ سب سے پہلے سابقہ کارروائی کی توثیق کی گئی، پھر مختلف ایجنڈوں پر ترتیب وار غور وفکر کیا گیا اور باہمی مشورہ سے تجاویز منظور کی گئیں، منظور کی گئی تجاویز کچھ اس طرح ہیں:

تجویز نمبر ایک مدرسہ فلاح المسلمین کے احاطے میں قائم دارالقضاء کی عمارت میں تنظیم امارت شرعیہ کے ضلع دفتر کا قیام، نمبر دو نئی نسل کے دین وایمان کے تحفظ کے لیے تمام مسلم آبادیوں میں مکاتب دینیہ کا قیام اور اس کی نگرانی، نمبر تین ماہ شوال کے آخر تک تمام مکاتب دینیہ کے سروے کی تکمیل، نمبر چار مدارس اسلامیہ میں طلبہ کرام کی گھٹتی ہوئی تعداد کو بڑھانے کے لئے ہر سطح پر کوشش، نمبر پانچ مسلم خواتین میں دینی بیداری پیدا کرنے کے لیے مسلم آبادیوں میں دینی اجتماعات کا نظم؛ تاکہ مسلم خواتین میں بڑھتے ہوئے ارتداد کو روکا جاسکے، نمبر چھ تنظیم کی آفس سے سرکاری مراعات اور اسکیموں کے بارے میں عام لوگوں کو معلومات فراہم کرائی جائیں۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی امور پر تجاویز منظور کی گئیں۔ الحمدللہ اس موقع پر تمام حاضرین کی موجودگی میں یہ فیصلہ لیا گیا کہ دارالقضاء کی عمارت میں تنظیم کی آفس قائم ہو اور اس کے لیے اسی مجلس میں مطلوبہ تمام سامان کی فراہمی کرائی گئی اور اس کے لئے ایک کمپیوٹر سسٹم ایک پرنٹنگ مشین آفس کے لیے چند کرسیاں اور ٹیبل لوگوں نے اپنی جانب سے فراہم کردیں، ان شاء اللہ ہفتہ عشرہ میں باضابطہ دفتر کام کرنا شروع کردے گا، اخیر میں جمعیۃ علماء ہند کے صدر جناب مولانا مفتی ابوذر قاسمی صاحب نے تنظیم کی اہمیت وضرورت پر روشنی ڈالی اور ضلع وبلاک کمیٹیوں کے تمام ارکان سے اپنا کردار ادا کرنے کو کہا اجلاس کی نظامت کے فرائض امارت شرعیہ کے معاون ناظم جناب مولانا احمد حسین قاسمی صاحب نے انجام دیے جبکہ اجلاس کو کامیاب اور منظّم بنانے میں امارت شرعیہ دارالقضاء مدھوبنی کے قاضی شریعت مولانا مفتی امداد اللہ قاسمی صاحب نے جدوجہد کی۔

اس مشاورتی اجلاس میں مدھوبنی شہر کے معزز علماء سمیت ضلع مدھوبنی کے بلاکوں کے ذمہ داران نے شرکت کی۔ خصوصیت کے ساتھ اس کے اہم شرکاء میں جناب مفتی انوار قاسمی صاحب صدر تنظیم امارت شرعیہ مدھوبنی جناب مولانا محمد حسنین قاسمی صاحب جناب مولانا محمد مطیع الرحمٰن قاسمی صاحب جناب عطاء الرحمٰن صاحب مدرسہ فلاح المسلمین، مولانا مہتاب عالم، محمد شمس الحق خان، مولانا روح اللہ قاسمی، پرویز عالم، ڈاکٹر محمد جبرئیل، رضوان عالم، مولانا محمد شاہد حسن قاسمی، مولانا بوالحیات، مولانا ابوبکر رحمانی، ماسٹر عبدالحفیظ نعمانی، حافظ محمد منظور الحق، مولانا کاظم علی مظاہری، مولانا مطیع اللہ مفتاحی، مولانا رضوان احمد مظاہری، عبدالغنی، محمد سلیم احمد، محمد منظر عالم، عبدالخالق، مولانا محمد ابوالکلام، مولانا عبدالباسط، قاری شرف الدین، قاضی سلطان، فقیر محمد انصاری، محمد ضیاء اللہ رحمانی، مفتی اسرافیل قاسمی، مولانا ریاست حسین قاسمی، مولانا محمد اظہار الہدیٰ قاسمی، حافظ رحمت اللہ، عبیداللہ رحمانی کے علاوہ مختلف علماء کرام اور دانشوران موجود تھے۔

نکاح کو آسان بنائیں۔ مفتی محمد سعید الرحمان قاسمی

مال اللہ کی نعمت ہے اس لیے اس کا صحیح استعمال کریں۔ مفتی راشد انور قاسمی

ضلع مدھے پورہ کے عالم نگر، چوسا، پرینی، بہاری گنج، گوال پارہ اور اداکشن گنج بلاک میں مفکر ملت امیر شریعت حضرت مولانا سید احمد ولی فیصل رحمانی صاحب دامت برکاتہم کی ہدایت کے مطابق ان دنوں وفد امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا دعوتی واصلاحی دورہ جاری ہے، اس وفد کی قیادت مولانا مفتی محمد سعید الرحمان صاحب مفتی امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ فرما رہے ہیں، وفد میں شریک ہیں مولانا قمر انیس صاحب قاسمی معاون ناظم امارت شرعیہ، مولانا و مفتی راشد انور صاحب قاسمی معاون قاضی شریعت مرکزی دارالقضا امارت شرعیہ، مولانا وحید اللہ صاحب قاسمی قاضی شریعت دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ فرقانیہ عربیہ محمد پور مدھیلی، مولانا رئیس اعظم صاحب مبلغ امارت شرعیہ اور مولانا عبدالقادر صاحب مبلغ امارت شرعیہ، ضلع مدھے پورہ کے جھنجری، کھوکھسی، بشن پور اور سگر دینا گاؤں میں وفد امارت شرعیہ کا اجلاس منعقد ہوا، لوگوں نے والہانہ انداز میں وفد امارت شرعیہ کا استقبال کیا، اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے قائد وفد مفتی محمد سعید الرحمان صاحب قاسمی نے نکاح کی عظمت و فضیلت بیان کی اور کہا کہ نکاح ایک مقدس اور پاکیزہ ترین رشتہ ہے یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظیم نعمت اور انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے، روئے زمین پر سب سے پہلا رشتہ جو وجود میں آیا وہ شوہر اور بیوی کا رشتہ ہے، نکاح کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا اعلان کرو اور مسجد میں انجام دو، مزید ایک حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بابرکت اور مسعود نکاح وہ ہے جس میں سب سے کم خرچ ہو، نکاح انسانی ضرورت ہے اور انسانی ضرورت کی چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے آسان بنایا ہے اس لیے نکاح کو تلک وجہیز کی لعنت سے پاک صاف رکھتے ہوئے آسان طریقہ پر انجام دیں، یاد رہے کہ نکاح کو آسان بنائیں گے تو برائیوں کا کرنا مشکل ہوجائے گا اور اگر نکاح کو مشکل بنائیں گے تو برائیوں کا کرنا آسان ہوجائے گا، آج جو معاشرہ میں زناکاری، فحاشی اور عریانیت بڑھ رہی ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ ہم نے نکاح کو مشکل بنادیا ہے، نکاح جو مسنون عمل اور عبادت کا درجہ رکھتا ہے مسلمان اسے آسان بنائیں، مولانا قمر انیس صاحب قاسمی معاون ناظم امارت شرعیہ نے اپنے بیان میں کہا کہ اولاد اللہ کی امانت ہے اس لیے ان کی دینی واخلاقی تعلیم وتربیت کرنا ہم سب کی ذمہ داری ہے آج صحیح تعلیم وتربیت نہ ہونے کی وجہ سے بچے فتنہ وفساد اور الحاد کے شکار ہورہے ہیں اور اخلاقی قدریں پامال ہورہی ہے ہیں۔ مولانا ومفتی راشد انور قاسمی معاون قاضی شریعت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ نے کہا کہ ساری کائنات اللہ کی ملکیت ہے ساری چیزوں کا مالک اللہ ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو مال آپ کو دیا ہے وہ اللہ کی طرف سے عطا کردہ ایک نعمت ہے اس لیے اس کا صحیح استعمال کریں، اللہ کے احکام کے مطابق اسے خرچ کریں، اپنے مال میں غریب، بیوہ عورتیں اور یتیم بچوں کا بھی حق سمجھیں، اور ان پر خرچ کریں یہی اس نعمت کا شکر ادا کرنا ہے، اگر ہم شکر ادا کریں گے تو اللہ تعالیٰ مزید ہمارے مال ودولت میں خیر وبرکت عطا کرے گا، مولانا وحید اللہ صاحب قاسمی قاضی شریعت دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ فرقانیہ عربیہ محمد پور مدھیلی نے اپنے بیان میں کہا کہ مسلمان آپس میں عدل وانصاف کے ساتھ زندگی گزاریں، غریبوں اور کمزوروں پر ظلم وزیادتی سے بچیں، کیوں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مظلوم کی بددعا سے بچو گرچہ وہ فاسق و فاجر ہی کیوں نہ ہو، عدل وانصاف وہ بنیادی عنصر ہے جس سے ماحول اور معاشرے میں امن وامان کی فضا قائم ہوتی ہے اور بدامنی وبے چینی کا خاتمہ ہوتا ہے، مولانا عبیداللہ مظاہری ناظم مدرسہ فرقانیہ محمد پور مدھیلی نے کہا کہ مسلمان آپس میں اتحاد و اتفاق کے ساتھ زندگی گزاریں کیوں کہ اتحاد واتفاق میں ہماری طاقت ہے، جناب الحاج عبدالستار صاحب صدر تنظیم امارت شرعیہ بلاک عالم نگر مدھے پورہ اور مولانا ابوالکلام رحمانی صاحب صدر تنظیم امارت شرعیہ بلاک گوال پارہ نے بھی اظہار خیال کرتے ہوئے امارت شرعیہ کے خدمات کو سراہا اور مسلمانوں سے امارت شرعیہ سے جڑے رہنے اور اس کی ترقی واستحکام کے لیے ہر ممکن کوشش کرنے کی اپیل کی، الحمدللہ مفکر ملت حضرت مولانا سید احمد ولی فیصل رحمانی صاحب دامت برکاتہم امیر شریعت امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ وسجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر کی قیادت وسیادت میں اور حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی صاحب دامت برکاتہم نائب امیر شریعت بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ اور مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب دامت برکاتہم قائم مقام ناظم امارت شرعیہ کی محنت وتوجہ سے امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ مسلسل ترقی کی راہ پر گامزن ہے، وفد امارت شرعیہ کے اس دعوتی واصلاحی پروگرام کو کامیاب بنانے میں مولانا عبدالقادر صاحب مبلغ امارت شرعیہ اور مولانا رئیس اعظم صاحب مبلغ امارت شرعیہ کی محنت شامل ہے۔

مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحبؒ کی سیاسی بصیرت پر یک روزہ سیمینار اور اجلاس عام پانچ مارچ کو بتیا میں

امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی نے اہل قلم سے سیمینار اور عوام و خواص سے اجلاس عام میں شرکت کی اپیل کی

امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے مغربی چمپارن کے شہر بتیا میں پانچ مارچ 2023 کو ''**مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سیاسی بصیرت**'' کے عنوان پر تنظیم امارت شرعیہ ضلع مغربی چمپارن کے زیر اہتمام امیر شریعت مفکر ملت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب کی صدارت میں منعقد ہونے والے یک روزہ سیمینار کے سلسلہ میں اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ گذشتہ ایک صدی میں جن علمی، فکری اور ملی شخصیات نے ملت اسلامیہ ہندیہ کی علمی، فکری، ملی، تنظیمی اور سیاسی سمیت مختلف میدانوں میں قیادت کی، ان میں اہم ترین نام مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانیؒ صاحب امیر شریعت سابع امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ وجنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کا ہے، حضرت رحمۃ اللہ جرأت واستقلال کے پیکر، اسلاف کی روایات کے امین، خاندانی شرافت وخصوصیات کے وارث، علم وعمل کے مجمع البحرین، ہمہ جہت اور ہمہ گیر شخصیت کے مالک تھے، بلاشبہ آپ اپنی ذات میں ایک عہد، ایک تاریخ اور ایک تحریک تھے، ملک کے موجودہ مہیب منظرنامے میں ملت اسلامیہ ہندیہ کی قیادت کے حوالے سے، آپ کی شخصیت ''قندیل رہبانی'' کا کام کررہی تھی، اس لیے آپ نے اپنی ذات اور عبقری خدمات سے دوررس اثرات چھوڑے اور علمی، فکری، ملی اور سیاسی میدانوں میں زندہ نقوش ثبت کیے، جن میں بعد والوں کے لیے حکمت، فراست، جرأت وبے باکی، روحانیت اور ملی قیادت کے رنگ وآہنگ کا کافی سامان موجود ہے۔ آپ ایک اعلیٰ درجہ کے ادیب ومصنف، روحانی وعلمی پیشوا ہونے کے ساتھ ساتھ زبردست سیاسی فکر رکھنے والے سیاسی رہنما بھی تھے، آپ نے زندگی کا بڑا حصہ سیاست کی خارداروادیوں میں سیاست کی نوک وپلک سنوارنے میں گزارا، ایک لمبی مدت سیاست کے میدان میں رہنے کے باوجود اس کی پرخار وادیوں سے اپنا دامن بچائے رکھا اور اسکی آلودگیوں کو اپنے پاس پھٹکنے نہیں دیا۔ آپ کی سیاسی بصیرت اور سیاسی افکار ونظریات پورے ملک کے لیے مشعل راہ ہیں۔ اپنے سیاسی اثر ورسوخ کا استعمال کرکے امت کو مختلف میدانوں میں آگے بڑھانے کے لیے آپ نے جو مثالی کام انجام دیا وہ کئی صدیوں تک یاد رکھا جائیگا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اس فکری سرمایے کو محفوظ کرنے اور خاص طور سے نسل نو کو حضرت کی سیاسی بصیرت اور سیاست کے میدان میں آپ امتیازی صفات وخصوصیات سے واقف کرانے کی غرض سے تنظیم امارت شرعیہ ضلع بتیا 5 مارچ 2023 روز اتوار کو ''**مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کی سیاسی بصیرت**'' کے عنوان پر ایک سیمینار کا انعقاد کررہی ہے اور اس موقع پر اس موضوع پر لکھے ہوئے مضامین ومقالات کا مجموعہ بھی شائع کیا جارہا ہے۔ جس کا اجرا بھی سیمینار میں ہی حضرت امیر شریعت اور دیگر معزز علماء کرام ودانشوران کے ہاتھوں ہوگا۔ اس سیمینار کے لیے ملک کے طول وعرض سے اہل قلم حضرات بشمول حضرت نائب امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی وقاضی شریعت حضرت مولانا محمد انظار عالم قاسمی ودیگر ذمہ داران امارت شرعیہ نے اپنے بیش قیمت مقالات بھیجے ہیں، جبکہ وزیر اعلیٰ بہار جناب نتیش کمار، نائب وزیر اعلیٰ جناب تیجسوی یادو سمیت دیگر کئی قدآور سیاسی شخصیات نیز ملک کے معروف اداروں کے ذمہ داران کے پیغامات بھی موصول ہوئے ہیں۔ جن کو اس مجموعہ میں شامل کیا گیا ہے، مولانا نے سیمینار کے کنوینر ومجموعہ مقالات کے مرتب صدر تنظیم امارت شرعیہ ضلع مغربی چمپارن امارت شرعیہ کے رکن شوریٰ عاملہ وبورڈ آف ٹرسٹیز جناب ایڈووکیٹ ذاکر بلیغ کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ یہ سیمینار وقت کی ضرورت ہے اور یہ سیاست کے میدان میں قدم رکھنے کے خواہاں افراد کے لیے مشعل راہ کا کام کرے گا، مولانا موصوف نے مزید کہا کہ اسی روز بعد نماز مغرب اجلاس عام بھی حضرت امیر شریعت کی صدارت میں منعقد ہوگا۔ مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے اہل قلم سے سیمینار میں شرکت اور عوام وخواص سے اجلاس عالم میں بڑی تعداد میں شریک ہونے کی اپیل کی ہے۔

انٹرنیٹ پر بندش کے معاملے میں بھارت دنیا میں سرفہرست

انٹرنیٹ پر بندش کے معاملے میں بھارت مسلسل پانچویں سال دنیا بھر میں سرفہرست رہا۔ 2022 میں عالمی سطح پر انٹرنیٹ بندش کے 187 میں سے 84 واقعات بھارت میں ہوئے جبکہ صرف جموں وکشمیر میں ہی 49 مرتبہ انٹرنیٹ بند کیا گیا۔ ڈیجیٹل حقوق کے لیے سرگرم ادارہ ایکسس ناو نے منگل کے روز جاری اپنی ایک رپورٹ میں کہا ہے کہ حکومتیں انٹرنیٹ کی بندش کو اب اظہار کی آزادی اور حکومت کی نکتہ چینی پر روک لگانے کے لیے ہتھیار کے طور پر استعمال کررہی ہیں۔ گزشتہ برس 35 ملکوں میں وہاں کے حکام نے انٹرنیٹ پر کم ازکم 187 مرتبہ بندش عائد کی جو کہ کسی ایک سال میں اب تک کی ریکارڈ بندش ہے۔ نیویارک سے سرگرم ایکسس ناو نے رپورٹ میں کہا ہے کہ 2022 میں اکیلے بھارت نے ہی انٹرنیٹ پر 84 مرتبہ بندش لگائی ان میں بندش کے 49 معاملے مرکز کے زیرانتظام علاقے جموں وکشمیر میں پیش آئے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ کشمیر میں سیاسی عدم استحکام اور تشدد کی وجہ سے حکام نے کم ازکم 49 مرتبہ لوگوں کی انٹرنیٹ تک رسائی روک دی۔ ان میں جنوری اور فروری 2022 میں کرفیو کی طرح تین روزہ شٹ ڈاون کے دوران بندش کے یکے بعد دیگر 16 احکامات شامل ہیں۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ 2021 میں بھارت میں بھی انٹرنیٹ بندش کے مجموعی کیسز کے تقریباً 80 فیصد جموں وکشمیر کے متنازع خطے میں پیش آئے تھے۔ مرکز میں برسراقتدار پارٹی بھارتیہ جنتا پارٹی کی حکومت نے اگست 2019 میں جموں و کشمیر کی خصوصی آئینی حیثیت کو ختم کرکے اسے مرکز کے زیرانتظام دو حصوں میں تقسیم کردیا تھا۔ حکومت اس کے بعد سے سکیورٹی اسباب کا حوالہ دیتے ہوئے انٹرنیٹ پر اکثر بندشیں عائد کرتی رہی ہے۔ انسانی حقوق کی تنظیمیں اس کی مسلسل نکتہ چینی کرتی رہی ہیں۔ انسانی حقوق کے بعض کارکنان انٹرنیٹ کی بندش کو جبر کی ایک شکل قرار دیتے ہیں انسانی حقوق کے بعض کارکنان انٹرنیٹ کی بندش کو جبر کی ایک شکل قرار دیتے ہیں۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ 2017 کے بعد سے ہی بھارت انٹرنیٹ شٹ ڈاون کے معاملے میں پوری دنیا میں سب سے آگے رہا ہے۔

اقوام متحدہ میں انسانی حقوق دفتر کی ترجمان لز تھروسیل کا کہنا تھا، یہ انسانی حقوق کی ابتر ہوتی ہوئی صورت حال کے حوالے سے ایک بڑی تنبیہی علامت ہے۔ انٹرنیٹ شٹ ڈاون کو بالعموم عدم سلامتی اور دیگر پابندیوں کی بڑھتی ہوئی سطح سے جوڑکر دیکھا جاتا ہے۔ انسانی حقوق کے بعض کارکنان انٹرنیٹ کی بندش کو جبر کی ایک شکل قرار دیتے ہیں۔

ڈیجیٹل حقوق کے علمبردار فری سافٹ ویئر موومنٹ کے کارکن سرینواس کودالی کا کہنا ہے کہ یہ جبر کی ہی ایک شکل ہے۔ حکومت عوام کو بتانا چاہتی ہے کہ یا تو آپ ہماری باتوں کو تسلیم کریں ورنہ آپ کو ایک معمول کی دنیا کے حصہ کے طور پر رہنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ کودالی کا کہنا ہے کہ انٹرنیٹ بندش ''اقتصادی بندش'' کی بھی ایک شکل ہے۔

دریں اثنا مبینہ طور پر شدت پسند ہندو جماعتوں سے تعلق رکھنے والے شرپسندوں کے ذریعہ گؤکشی کے الزام میں ناصر اور جنید نامی دو افراد کو زندہ جلا دینے کے واقعے کے بعد قومی دارالحکومت دہلی سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہریانہ اور راجستھان کے کئی علاقوں میں انٹرنیٹ پر بندش عائد ہے۔ راجستھان حکومت نے بھرت پور ضلع میں امن وقانون کی صورت حال برقرار رکھنے کے لیے انٹرنیٹ پر بندش عائد کردی ہے۔ ہریانہ کے مسلم اکثریتی نوح ضلعے میں بھی انٹرنیٹ پر بندش جاری ہے۔ (ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام)

جی ٹوئنٹی اجلاس انتشار کا شکار، مشترکہ اعلامیے کے بغیر ختم

نئی دہلی میں جمعرات کو جی ٹوئنٹی وزرائے خارجہ کا اجلاس یوکرین جنگ کے معاملے پر امریکہ اور روس کی الزام تراشیوں کے سبب انتشار کا شکار ہوگیا۔ بھارت کی میزبانی میں منعقدہ اس اجلاس میں کوئی مشترکہ اعلامیہ جاری نہیں ہوسکا۔ ایک ہفتے کے اندر یہ دوسرا موقع تھا جب جی ٹوئنٹی گروپ کے وزراء اتفاق رائے پیدا کرنے میں ناکام رہے۔ اس سے قبل بنگلورو میں جی ٹوئنٹی وزرائے خزانہ کے اجلاس میں بھی کوئی مشترکہ اعلامیہ جاری نہیں ہوسکا تھا۔ رواں برس جی ٹوئنٹی کے صدر کے طور پر بھارت نے صدارتی بیان جاری کیا۔ بھارت کی طرف سے جاری کیے گئے بیان میں کہا گیا ہے کہ زیادہ تر ارکان نے یوکرین میں جنگ کی شدید مذمت کی اور اس بات پر زور دیا کہ یہ جنگ بے پناہ انسانی مصائب کا سبب بن رہی ہے اور عالمی معیشت میں موجود کمزوریوں میں اضافہ کررہی ہے۔

اجلاس کے دوران یوکرین جنگ کے معاملے پر شدید اختلافات دیکھنے کو ملے۔ ایک طرف امریکہ کی قیادت میں مغرب نے اور دوسری طرف روس اور چین نے ایک دوسرے کے خلاف موقف اختیار کیے۔ گوکہ تمام ممالک اپنے اپنے سابقہ موقف پر قائم رہے لیکن اہم بات یہ رہی کہ امریکہ اور بھارت دونوں نے کہا کہ اجلاس کے دستاویز کی بھاری اکثریت نے تائید کی۔

اجلاس کے بعد بھارتی وزیر خارجہ ایس جے شنکر نے کہا کہ اجلاس میں جن امور پر غوروخوض کیا گیا ان میں سے 95 فیصد پر اتفاق رائے تھا۔ البتہ اعلامیے کے دو پیراگراف پر اتفاق رائے نہیں ہوسکا۔ ہر کوئی دو پیراگراف پر متفق نہیں تھا۔ جے شنکر نے کہا، ''یوکرین تنازع پر اختلافات تھے جسے ہم دور نہیں کرسکے، ہم نے کوشش کی، لیکن ملکوں کے درمیان فاصلہ بہت زیادہ تھا۔ انہوں نے مزید کہا کہ بالی اعلامیے میں ہم اتفاق رائے پیدا کرنے میں کامیاب رہے تھے لیکن بالی (جی ٹوئنٹی اجلاس) کے بعد کچھ واقعات ہوئے ہیں، ہم نے دوری کو پاٹنے کی کوشش کی۔

بھارتی وزیراعظم نریندر مودی نے اجلاس کے افتتاح کے موقع پر ایک ویڈیو پیغام میں تمام ممالک سے اختلافات کو ایک طرف رکھنے اور مشترکہ بنیادوں پر توجہ مرکوز کرنے کی درخواست کی تھی۔ تاہم اجلاس میں کشیدگی کی فضا برقرار رہی اور امریکہ اور روس نے ایک دوسرے پر الزامات عائد کیے۔ بھارتی حکومت کی خواہش تھی کہ اس کی صدارت میں ہونے والے اجلاس میں غربت کے خاتمے اور ماحولیاتی مالیات جیسے مسائل پر توجہ مرکوز کی جائے لیکن حسب توقع یوکرین پر روس کی فوجی کارروائی پر بحث کا غلبہ رہا۔ اجلاس کے دوران امریکی وزیر خارجہ انٹونی بلنکن اور روسی وزیر خارجہ سرگئی لاوروف کے درمیان مختصر ملاقات بھی رہی۔ گزشتہ جولائی کے بعد یہ دونوں کی پہلی براہ راست ملاقات تھی۔ امریکی محکمہ خارجہ کے ایک اہلکار کے مطابق اس ملاقات میں بلنکن نے اس بات پر زور دیا کہ چاہے جتنا بھی وقت لگے واشنگٹن یوکرین کے دفاع میں اس کا ساتھ دیتا رہے گا۔

روسی وزیر خارجہ سرگئی لاوروف نے کہا کہ مغربی وفود نے جی ٹوئنٹی ایجنڈے کو تماشہ میں تبدیل کردیا، وہ معیشت میں اپنی ناکامیوں کی ذمہ داری ماسکو پر ڈالنا چاہتے ہیں روسی وزیر خارجہ سرگئی لاوروف نے کہا کہ مغربی وفود نے جی ٹوئنٹی ایجنڈے کو تماشہ میں تبدیل کردیا، وہ معیشت میں اپنی ناکامیوں کی ذمہ داری ماسکو پر ڈالنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے مغرب کو یوکرین کو اناج کی برآمدات کی اجازت دینے کے معاہدے کو ناکام بنانے کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ اجلاس کے دوران روسی وزیر خارجہ اور چینی وزیر خارجہ نے بھی باہمی ملاقات کی۔ جس کے بعد روسی وزارت خارجہ کی طرف سے جاری ایک بیان میں دونوں ملکوں نے دوسرے ملکوں کو بلیک میل کرنے اور دھمکیاں دینے پر مغربی ملکوں کی تنقید کی ہے۔ بیان میں کہا گیا ہے کہ دوسرے ممالک کے داخلی معاملات میں مداخلت، بلیک میلنگ، دھمکیوں کے ذریعے یکطرفہ سوچ مسلط کرنے اور بین الاقوامی تعلقات کو جمہوری بنانے کی مخالفت کرنے کی کوششوں کو متفقہ طور پر مسترد کردیا گیا۔ امریکی وزیر خارجہ انٹونی بلنکن نے کہا کہ روس اور چین کی وجہ سے ہی اختلافات دور کرنے کی بھارت کی کوششیں کامیاب نہیں ہوسکیں امریکی وزیر خارجہ انٹونی بلنکن نے کہا کہ روس اور چین کی وجہ سے ہی اختلافات دور کرنے کی بھارت کی کوششیں کامیاب نہیں ہوسکیں۔ انہوں نے کہا کہ جی 20 اجلاس روس کی یوکرین کے خلاف بلا اشتعال اور بلا جواز جنگ اور شہری اہداف کے خلاف جان بوجھ کر تباہ کرنے کی مہم سے متاثر ہوا۔ ہمیں بین الاقوامی امن اور اقتصادی استحکام کی خاطر روس سے جارحیت کی جنگ ختم کرنے کا مطالبہ جاری رکھنا چاہیے۔ انہوں نے روس اور چین کا نام لے کر کہا کہ ان دونوں ملکوں کی وجہ سے ہی اختلافات دور کرنے کی بھارت کی کوششیں کامیاب نہیں ہوسکیں اور اجلاس کسی مشترکہ اعلامیہ کے بغیر ختم ہوگیا۔ بلنکن نے ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ روس اور چین صرف ایسے دو ممالک تھے جنہوں نے واضح کردیا کہ وہ اعلامیے کے متن پر دستخط نہیں کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ جی ٹوئنٹی کے لیے بھارت کے ایجنڈے کی مکمل حمایت کرتا ہے۔ (ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام)

عدالت عظمٰی کے سابق ججوں پر نوازش کیا عدلیہ کے اعتماد کے لیے خطرہ ہے؟

بھارت میں عدالت عظمٰی کے سابق ججز کو اہم سرکاری عہدوں پر تعینات کرنے کا معاملہ موضوعِ بحث بنا ہوا ہے۔ اس حوالے سے چہ موگوئیاں مزید بڑھ گئیں جب بھارتی سپریم کورٹ کے جج جسٹس عبدالنظیر نے آندھرا پردیش کے گورنر کے طور پر حلف اُٹھالیا۔ اسی طرح حکمراں جماعت بھارتیہ جنتا پارٹی نے سابق چیف جسٹس رنجن گوگوئی کو 2020 میں پارلیمان کے ایوانِ بالا کا رُکن بھی بنایا تھا، حزبِ اختلاف کی جماعتوں نے اس پر ایوان میں خوب ہنگامہ کیا تھا۔ خیال رہے کہ رنجن گوگوئی کی سربراہی میں بھارتی سپریم کورٹ کے پانچ رُکنی بینچ نے نومبر 2019 میں بابری مسجد کیس پر فیصلہ سناتے ہوئے متنازع زمین پر مندر کی تعمیر جب کہ مسلمانوں کو متبادل جگہ فراہم کرنے کا حکم دیا تھا۔ پانچ رُکنی بینچ میں جسٹس عبدالنظیر بھی شامل تھے۔ بھارت میں حزبِ اختلاف کی جماعت کانگریس سمیت دیگر جماعتیں اعلٰی عدلیہ کے ریٹائرڈ ججز کو اُن کے بقول ''نوازنے'' کی روش کو عدلیہ کی آزادی کے لیے خطرناک قرار دے رہی ہیں۔ لیکن حکمراں جماعت اپنے ان اقدامات کو آئین کے مطابق قرار دیتی ہے۔

9 نومبر 2019 کی صبح جب بھارتی سپریم کورٹ نے بابری مسجد کیس کا متفقہ فیصلہ سنایا تو صحافتی حلقوں نے اس وقت یہ سوال اُٹھایا تھا کہ آخر کیوں کر کسی ایک جج نے بھی اس معاملے میں اختلافی نوٹ نہیں دیا۔ یہاں تک کہ مسلمان جج جسٹس عبدالنظیر جو اس پانچ رُکنی بینچ کا حصہ تھے۔ بعض حلقے یہ سوال بھی اُٹھا رہے ہیں کہ کیا جسٹس عبدالنظیر کو بابری مسجد پر ہندو فریق کا ساتھ دینے کا انعام دیا گیا۔ کیوں کہ اس سے بی جے پی کو بہت فائدہ ہوا اور اسے انتخابات میں زبردست کامیابی ملی۔

اپوزیشن جماعت کانگریس نے جسٹس عبدالنظیر کی بطور گورنر تعیناتی پر بی جے پی کے آنجہانی رہنما ارون جیٹلی کا جملہ دہرایا تھا جس میں ایک موقع پر اُنہوں نے کہا تھا کہ ''ریٹائرمنٹ کے بعد پُرکشش تعیناتی کی خواہش بطور جج فیصلے پر اثرانداز ہوتی ہے۔''

ماہرین یہ سوال بھی اُٹھا رہے ہیں کہ حکومتوں کے ذریعے ججز کو سرکاری عہدے دینا کس حد تک جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو کن حالات میں؟ کیا ریٹائرمنٹ کے فوری بعد ججز کو سرکاری عہدے دینا جمہوریت ملک کے لیے براشگون نہیں ہے؟ بھارت میں ججوں کو پُرکشش سرکاری عہدے دینے کی روایات ذرا پرانی ہیں مگر بعض ماہرین کے مطابق گزشتہ کچھ برسوں میں ججوں کی تعیناتی اس تواتر سے سامنے آرہی ہے جس نے معقولیت اور لحاظ کے پردے کو بھی چاک کردیا ہے۔ جسٹس عبدالنظیر اور جسٹس رنجن گوگوئی کے علاوہ 2014 میں سبک دوش ہونے والے چیف جسٹس آف انڈیا پی ستاشیوم نے کیرالہ کے گورنر کا عہدہ قبول کرلیا تھا جس پر سوالات اُٹھائے گئے تھے۔ چیف جسٹس کی ریٹائرمنٹ 26 اپریل کو ہوئی تھی جس کے محض چار ماہ بعد اُنہوں نے گورنر شپ قبول کرلی تھی۔ جسٹس ستاشیوم کی گورنر کے عہدے پر حلف برداری بھارت کی تاریخ کا ایسا پہلا واقعہ تھا جب صدر جمہوریہ نے مرکزی حکومت (مودی حکومت) کی سفارشات پر کسی چیف جسٹس کو گورنر کا عہدہ سونپا۔ ستاشیوم کو گورنر بنانے کے فیصلے کے بعد بھارتی ذرائع ابلاغ میں اس پر خوب بحث ہوئی تھی۔ اس موضوع پر کالمز اور تبصرے بھی سامنے آئے تھے جس میں یہ سوال اُٹھائے گئے تھے کہ اس تعیناتی سے عدلیہ اور انتظامیہ کے درمیان توازن کو دھچکا لگے گا۔ بعض مبصرین نے یہ سوال بھی اُٹھایا تھا کہ ریٹائرمنٹ کے بعد ججز کو پُرکشش عہدے دینے سے ایک بری روایت قائم ہوگی جس سے لامحالہ آزاد عدلیہ کے تشخص کو بھی ٹھیس پہنچے گی۔ (وائس آف امریکہ)

نصب العین کے تعین کے بغیر حقیقی کامیابی کا تصور ناممکن

محمد صادر ندوی

موجودہ دور میں انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا نے دنیوی نظام معاملات میں جس قدر آسانیاں اور سہولتیں پیدا کی ہیں اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں۔ ہر باشعور اور عقلمند قوم، سیاست واقتصادیات، معاشرت وتجارت سے لے کر انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اس سے فائدہ اٹھا رہی ہے اور اپنے افکار ونظریات، تہذیب وتمدن، کلچر اور اپنے مشن کے فروغ کے لیے اس کا استعمال کر رہی ہے۔ لیکن امت داعیہ ہونے کی حیثیت سے اپنے دین کی تبلیغ، اسلامی تعلیمات کی نشر واشاعت، اس کے کلچر وثقافت کو فروغ دینے میں ہم مسلمانوں کا جو کردار ہونا چاہیے تھا وہ مفقود نظر آتا ہے۔ بجائے اس کے کہ ہم اس کا استعمال اپنے مفاد میں کریں ہماری اکثریت دشمنوں کے جال میں پھنس کر خود ان کی مدد کرتی ہے اور ان کے غلط مقاصد کی تکمیل میں شعوری یا غیر شعوری طور پر ان کا ساتھ دیتی ہے۔

جنوری 2021 کے سروے کے مطابق دنیا میں انٹرنیٹ استعمال کرنے والوں کی تعداد 4.66 بلین ہے۔ یعنی دنیا کی کل آبادی کا 59.5 حصہ اس کا استعمال کرتا ہے۔ اگر ہم ممالک کے اعتبار سے دیکھیں تو 2019 کے سروے کے مطابق چین، ہندوستان اور امریکہ بالترتیب سب سے زیادہ انٹرنیٹ استعمال کرنے والے ممالک ہیں۔ چین میں اس کے یوزرس کی تعداد 854 ملین ہے جب کہ ہندوستان میں 560 ملین ہے۔ اس طرح ہمارا ملک انٹرنیٹ کے معاملہ میں دوسرے نمبر پر آتا ہے۔ انٹرنیٹ استعمال کرنے والوں کی اتنی کثیر تعداد دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ انٹرنیٹ کو اگر ایک ملک تسلیم کرلیا جائے تو دنیا کا نصف سے زائد حصہ اس ملک میں بستا ہے، پھر کیوں کر یہ ضروری نہ ہو کہ ہم اس کے استعمال کو ناگزیر سمجھیں۔ افسوس اس بات پر ہے کہ ہمارے درمیان اب بھی ایسے افراد موجود ہیں جو اس کے جائز وناجائز ہونے پر بحث کر رہے ہیں۔ حالانکہ اس کی حیثیت سیلاب کے اس تیز بہاؤ کی مانند ہے جسے روکنے کی سعی لاحاصل ہے البتہ اسے صحیح رخ دینے میں خیر ہے۔ قرآن اور سیرت کے واقعات میں اس طرف واضح اشارات موجود ہیں کہ زمانہ کے تقاضوں کے لحاظ سے دعوت دین کے وسائل اختیار کرنا ہی اسلام کی بہترین خدمت ہے نہ کہ اس سے دوری، انحراف اور روگردانی کرنا؟ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ''ھد ھد'' نامی پرندہ کو خبر رساں کے طور پر استعمال کیا جس کا تذکرہ سورۃ النمل میں تفصیل سے موجود ہے۔ اسی طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت کے لیے اپنے زمانے میں رائج دعوت کے تمام طریقوں (ذرائع ابلاغ) کو اختیار کیا۔ چنانچہ ان کے درمیان خطابت کا زور تھا تو اللہ نے آپ کو خطابت کے اعلیٰ منصب پر فائز کیا۔ قوم کو کسی اہم خبر سے مطلع کرنے کے لیے کوہ صفا پر چڑھ کر ندا لگائی جاتی تھی۔ آپ نے کھلم کھلا دعوت کا آغاز اسی مقام سے کیا۔ جب دشمنانِ اسلام نے شاعری کے ذریعہ اسلام اور شارح اسلام کی ہجو کی تو حسان بن ثابت، کعب بن مالک اور عبداللہ بن رواحہ کی شکل میں شعرائے اسلام نے ان کا جواب انہیں کی زبان میں دیا۔ شاہان وملوک عجم کو دعوت دینے کی ضرورت محسوس ہوئی تو زمانے کے اصول کے مطابق خط وکتابت کا طریقہ اختیار کیا گیا۔ ان واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ دعوت وتبلیغ کے لیے رائج الوقت ذرائع کا استعمال اسلام میں مطلوب ہے نہ کہ ممنوع۔

انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے نقصانات: قبل اس کے کہ میڈیا کے صحیح اور مؤثر استعمال پر گفتگو ہو، یہ جان لینا بھی ضروری ہے کہ جہاں انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے بے شمار فوائد ہیں، وہیں اس کے بہت سے ایسے نقصانات ہیں جن سے دور رہنا بے حد ضروری ہے:

حقائق سے فرار: یہ زندگی کی تلخیوں اور شیرینیوں سے فرار کا راستہ دکھاتا ہے۔ انٹرنیٹ کی اس معاشرت میں حقائق کے اعتراف (Recognising the Reality) اور اس کا سامنا کرنے (Facing the Reality) سے زیادہ حقائق کی تخلیق (Creating the Reality) کا داعیہ کام کرتا ہے۔ چنانچہ اس معاشرہ میں ایک معذور آدمی خود کو تندرست ظاہر کرتا ہے۔ ساٹھ سال کا بوڑھا خود کو ایک خوبصورت نوجوان کی شکل میں پیش کرتا ہے۔ مصنوعی زبان، مصنوعی ذخیرۂ الفاظ، مصنوعی تہذیبی علامات، مصنوعی رشتے، مصنوعی تعلقات، مصنوعی سودے اور مصنوعی دولت۔ غرض وہاں کی ہر شئی مصنوعی اور مرضی کے موافق نظر آتی ہے۔

تشخص کا خاتمہ: تعلقات وروابط کی اس دنیا میں آدمی کا تشخص اور پہچان نہ صرف اس کی مرضی کے مطابق تشکیل پاتی ہے بلکہ ضرورت اور خواہشات کے تحت بدلتی بھی رہتی ہے۔ مرد جب چاہے عورت بن جاتا ہے، عورت جب چاہے مرد بن جاتی ہے اور یہ محض ڈرامہ نہیں ہوتا بلکہ تبدیل شدہ شناخت کے اپنے جذبات، داعیات اور حوصلے ہوتے ہیں۔ یعنی حقیقی مرد کا سائبرستانی نسوانی وجود، خالص نسوانی جذبات کے تحت کام کرتا ہے۔ اہلِ اسلام کے لیے سب سے اہم اور تشویشناک بات یہ ہے کہ یہ نفاق کی بدترین قسم ہے۔

حقیقی سماجی ربط کا فقدان: حقیقت کی دنیا میں انسان کی خوبیوں، خامیوں، کمالات واوصاف سے اس کے گرد وپیش میں رہنے والے لوگ واقف ہوتے ہیں۔ اسی طرح وہ دوسروں کی اچھائی اور برائی کا اثر لیتا ہے اور خود بھی ان پر اثر انداز ہوتا ہے لیکن انٹرنیٹ اور سائبرستان کی دنیا میں چوں کہ آدمی اپنی شناخت خود ڈیزائن کرتا ہے اس لیے وہ خود کو خوابوں کے ایسے شہزادے کی حیثیت سے پیش کرتا ہے جس کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے کوہ قاف کی پریاں قطار لگائے کھڑی ہوں۔ یہاں کی ہر چیز چوں کہ اس کی مرضی کے موافق ہوتی ہے اس لیے وہ حقیقت کی اس دنیا سے کترانے لگتا ہے جہاں دوسرے افراد پر اس کی خوبیاں اور خامیاں دونوں اجاگر ہوتی ہیں۔ جس کے نتیجہ میں سماج دھیرے دھیرے کمزور پڑنے لگتا ہے۔

یک رنگی: دن بہ دن، متنوع دلچسپیوں، مختلف صلاحیتوں اور افکار ونظریات کے تعامل سے پروان چڑھتا ہے۔ یہاں کی دنیا میں انسان کو اپنے سے مختلف مزاج رکھنے والے بے شمار افراد سے تعلق رکھنا پڑتا ہے جو تہذیب وتمدن اور انسانیت کی ارتقا کے لیے بے حد ضروری ہے۔ لیکن سائبرستانی دنیا قدرت کے اس قانون سے بغاوت کرتی ہے۔ اگر کسی کو کیمسٹری سے دلچسپی ہے تو اس کی دنیا صرف کیمیا دانوں پر مشتمل ہے۔ اس کے شب وروز صرف اسی کے ارد گرد گھومتے ہیں۔ اس کے علاوہ چیزوں سے اسے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ یہاں رشتے، تعلقات اور روابط یک رنگ جزیرے میں محدود ہیں نہ مذاکرات کی گنجائش ہے نہ تبادلہ افکار کی۔

خاندانی نظام کا انحطاط: سائبرستانی دنیا میں گم ہو جانے کی وجہ سے حقیقی خاندانی زندگی پر کتنا اثر پڑ رہا ہے اس کے اثرات اور نتائج آئے دن ہم اخباروں اور نیوز چینلوں میں دیکھتے رہتے ہیں۔

نشہ یا لت: سائبرستانی دنیا کا سب سے بھیانک پہلو اس کی نشہ یا لت (Addiction) بننے کی صلاحیت ہے۔ نفسیاتی معالجین لمبے مباحث کے بعد اب اس بات پر متفق ہو گئے ہیں کہ آئی، اے، ڈی (Internet Addiction Disorder) باقاعدہ ایک مرض ہے۔ ڈاکٹر رہین گولڈ نے انٹرنیٹ کو پلگ ان ڈرگ (Plug in drug) کا نام دیا ہے۔ یعنی ایسی نشہ آور دوا جسے پلگ لگا کر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس مرض کا شکار صرف کمپیوٹر میں دلچسپی لیتا ہے۔ بیوی، بچوں، پیشہ وکیریئر اور زندگی کی دیگر سرگرمیوں سے اس کی دلچسپی ختم ہو جاتی ہے۔ اس مرض کا شکار نوجوان بچوں اور بچیوں کے ساتھ وہ گھریلو خواتین بھی ہیں جو دن کا اکثر وقت اکیلے گزارتی ہیں۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: سائبرستان، سوشل میڈیا اور مسلم نوجوان)

سوشل میڈیا کا صحیح اور مؤثر استعمال: سوشل میڈیا کے نقصانات پر بحث کرنے کے بعد ذہن میں یہ سوال اٹھنا ضروری ہے کہ پھر اس کو کیسے مؤثر بنایا جائے اور اس کا صحیح استعمال کیسے کیا جائے؟ اس سلسلے میں چند چیزیں قابل غور ہیں جن پر عمل کرنے سے ممکن ہے کہ اس میں ہمارا کردار بھی مؤثر ہوگا اور نوجوانوں کے استعمالات کو صحیح رخ بھی مل سکے گا:

نصب العین کا تعین: نصب العین کے تعین کے بغیر زندگی کے کسی بھی میدان میں حقیقی کامیابی کا تصور ناممکن ہے۔ مثلاً ہم اس کا استعمال وقت کو ضیاع سے بچانے، جلدی معلومات حاصل کرنے، زندگی کی دوڑ دھوپ میں سہولت پیدا کرنے، دور رہنے والے عزیز واقارب سے رابطہ کرنے، اسلام کی دعوت وتبلیغ، ایک دوسرے کی تربیت، سماجی جد وجہد وغیرہ کرنے کے لیے کرتے یا کر سکتے ہیں۔ جب مقصد کا تعین ہو گیا تو پھر ان کے علاوہ چیزوں پر (بالخصوص مادی اور حیوانی خواہشات کی تسکین کا سامان، جذبات کو برانگیختہ کرنے والی حیا سوز اور عریاں مناظر، اسی طرح ایسی ویڈیوز جو بظاہر معلوماتی اور فائدہ مند نظر آتی ہوں لیکن ان میں وقت کا ضیاع ہو) قطعاً ہماری توجہ مرکوز نہیں ہونی چاہیے۔

صحیح پلیٹ فارم کا انتخاب: علمی کاموں کے لیے مناسب ترین پلیٹ فارم اکیڈمیاں (Academia) ہے۔ اس کے واسطے سے دنیا بھر کی لائبریریز سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ پروفیشنل نیٹ ورکنگ کے لیے مناسب ترین لنکڈ ان (Linkedin) ہے۔ یہ ایک امریکن پروفیشنل سوشل میڈیا پلیٹ فارم ہے جہاں پر آپ اپنے experience صلاحیت وقابلیت (skills) اور (details) share کر سکتے ہیں۔ تصاویر اور ویڈیوز کے لیے انسٹاگرام (Instgram) ہے۔ آن لائن تصاویر اور میڈیا کی شیئرنگ کے لیے پنٹر یسٹ (Pintrest) ہے۔ اہم خبروں، لوگوں کے رجحانات اور افکار ونظریات سے واقفیت کے لیے Twitter اور YouTube وغیرہ ہیں۔' اپنے ماتحت کو مذکورہ پلیٹ فارمس، اسی طرح اہم معلوماتی اور اسلامی ویب سائٹس، ان سے استفادہ کے طریقوں کی طرف رہنمائی کرنا اور ساتھ ہی وقت کی تحدید بھی کرنا اور وقت مقررہ سے زائد استعمال پر روک لگانا کیوں کہ انٹرنیٹ کی شعاعوں کا اثر انسان کے ذہن ودماغ پر بھی پڑتا ہے۔' یہ کوشش ہو کہ تنہائی میں حد درجہ انٹرنیٹ کے استعمال سے گریز کیا جائے ورنہ پھر شیطان اپنے جال میں پھنسانے میں دیر نہیں کرتا۔ اپنے ماتحت اسی طرح کم سن بچوں کو زیادہ سے زیادہ مشغول رکھنے کی کوشش کی جائے تاکہ ان کی توجہ موبائل کی طرف کم ہو جائے، ساتھ ہی ان کے سامنے اس کے استعمال سے بھی گریز کیا جائے کہ خربوزہ خربوزے کو دیکھ کر ہی رنگ پکڑتا ہے۔ تحقیق کے بغیر کسی بات کو فارورڈ کرنے سے پرہیز کیا جائے۔ حدیث میں آیا ہے کہ آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو تحقیق کیے بغیر دوسروں سے بیان کردے''۔ دین کے جزوی اور اختلافی مسائل پر بے جا بحث ومباحثہ کو سوشل میڈیا پہ نہ لایا جائے اور نہ اپنی زبان سے غیر مہذب الفاظ کا استعمال کیا جائے کہ اس سے ہمارے دین کی شبیہ خراب ہوتی ہے اور دشمنوں کو ہمارے خلاف بولنے کا موقع مل جاتا ہے۔' ایسے pages, groups اور شخصیات سے وابستہ رہیے جن کے افکار مثبت ہوں۔ منفی سوچ رکھنے والی جماعتوں، تحریکوں اور افراد سے جس طرح داخلی (حقیقی) دنیا میں دور رہنا ضروری ہے اسی طرح خارجی دنیا یعنی سوشل میڈیا کی دنیا میں بھی دور رہیے۔' اگر دل بہلانے کے لیے یوٹیوب وغیرہ پر کچھ دیکھنا ہی ہو تو ایسی چیزوں کا انتخاب کیجیے جن سے آپ اور آپ کے متعلقین کے اندر بلند حوصلہ، محنت اور مسابقت کا جذبہ، اچھائی کی ترغیب، غلط کاموں پر ٹوکنے کا جذبہ پیدا ہو۔

گیارہ سہیلیوں کا قصہ

روبیہ نثار(کلیۃ حفصہ للبنات)

ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گیارہ عورتوں کا قصہ سنایا۔آپ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ گیارہ سہیلیاں جمع ہوئیں اور آپس میں یہ معاہدہ اور اقرار کیا کہ وہ اپنے اپنے خاوندوں کی کوئی بات نہ چھپائیں گی اور پورا حال سچ سچ بیان کریں گی۔ان گیارہ عورتوں کے نام صحیح روایات سے ثابت نہیں اگرچہ بعض روایات میں بعض کا نام آیا ہے پھران کے ناموں میں بہت اختلاف ہے۔اس لیے نام حذف کردیے گئے یہ عورتیں یمنی یا حجازی تھیں ان کے خاوند دوسری جگہوں پر اپنی اپنی ضرورت سے گئے ہوتے تھے، یہ خالی تھیں تو دل بہلانے کے لیے بیٹھ گئیں اور باتیں شروع ہوگئیں۔

ایک عورت نے اپنے شوہر کا حال یوں بیان کیا: میرا خاوند نا کارہ دبلے اونٹ کی طرح ہے، جو ایک دشوار گزار پہاڑی کی چوٹی پر ہو، نہ پہاڑ کا راستہ آسان ہے جس کی وجہ سے وہاں چڑھنا ممکن ہو اور نہ ہی وہ گوشت ایسا عمدہ ہے جو تکلیف اٹھا کر لایا جائے یعنی اس عورت کا خاوند بیکار آدمی ہے اس میں کوئی خوبی نہیں ہے۔دوسری عورت بولی میں اپنے خاوند کا حال نہیں بتا سکتی، میں ڈرتی ہوں کہ اگر اس کے عیب بیان کرنے شروع کروں تو پورے نہ بتا سکوں گی کیونکہ اگر بتاؤں تو ظاہری اور باطنی سب عیب بیان کرنا ہوں گے، یعنی دوسری عورت نے اپنے شوہر کو سراپا عیب قرار دیتے ہوئے اجمالاً اس کے عیب بیان کردیے اور تفصیل سے معذرت کرلی۔تیسری عورت بولی: میرا خاوند لمبا ہے یعنی احمق بے وقوف ہے، اگر میں کسی بات پر بول پڑوں تو فوراً طلاق دے دے، اور اگر چپ رہوں تو لٹکتی رہوں، یعنی زبان سے کوئی ضرورت بیان کروں تو طلاق کا خدشہ ہے اور اگر خاموش رہوں تو اس کو میری پرواہ نہیں رہتی، یعنی نہ شوہر والیوں میں شمار ہے نہ بے شوہر والیوں میں کہ کوئی دوسری جگہ تلاش کروں۔ چوتھی عورت بولی میرا خاوند تہامہ کی رات کی طرح ہے یعنی معتدل المزاج ہے، نہ گرم ہے نہ سرد، اس سے کسی قسم کا خوف ہے اور نہ ملال، گویا اس عورت نے اپنے شوہر کی تعریف کی ہے کہ اس کا شوہر میانہ روی اور اعتدال کے راستے پر چلنے والا ہے، نہ زیادہ چاپلوسی کرتا ہے اور نہ ہی بے زار رہتا ہے۔ پانچویں عورت نے کہا میرا خاوند جب گھر آتا ہے تو چیتا بن جاتا ہے اور جب باہر نکلتا ہے تو شیر بن جاتا ہے اور جو کچھ مال واسباب گھر میں چھوڑ کر جاتا ہے اس کے بارے میں پوچھتا بھی نہیں ہے، اس عورت نے بھی اپنے خاوند کی تعریف کی ہے کہ وہ گھر میں آکر بے خبر ہو جاتا ہے، نہ خفا ہوتا ہے نہ کسی چیز میں دخل دیتا ہے اور گھر میں جو کچھ کھانے پینے کی اشیاء ہوں ان کے متعلق باز پرس نہیں کرتا۔ چھٹی عورت نے کہا میرا خاوند اگر کھاتا ہے تو سب کچھ نمٹا دیتا ہے اور جب پیتا ہے تو سب چڑھا جاتا ہے، اور لیٹتا ہے تو اکیلا ہی کپڑے میں لپٹ جاتا ہے میری طرف اپنا ہاتھ تک نہیں بڑھاتا، تاکہ میرا دکھ درد جان سکے۔اس عورت نے اپنے خاوند کی مذمت بیان کی ہے کہ اس کو بیل کی طرح کھانے پینے کے سوا کوئی کام نہیں آتا اور نہ عورت کی خبر گیری کی فکر کرتا ہے۔ ساتویں عورت کہنے لگی میرا خاوند اتنا ناسمجھ ہے کہ بات بھی نہیں کرسکتا، ہر بیماری اس میں موجود ہے اور ظالم بھی ایسا ہے کہ میرا سر پھوڑ دے یا جسم ہی زخمی کردے۔اس عورت نے بھی اپنے خاوند کی مذمت بیان کی ہے کہ وہ حق زوجیت ادا کرنے سے قاصر ہے، بات کرے تو گالی دے، مذاق کرے تو سر پھوڑ دے، ناراض ہو تو اعضاء توڑ ڈالے یا سارے ظلم کر ڈالے۔آٹھویں عورت نے کہا میرا شوہر خوشبو میں زعفران کی طرح مہکتا ہے اور چھونے میں خرگوش کی طرح نرم ہے۔اس عورت نے اپنے شوہر کی مدح سرائی کی ہے کہ اس کا ظاہر اور باطن دونوں اچھے ہیں، نرم مزاج ہے اور خوشبودار جسم والا ہے کہ اس کے ساتھ لیٹنے کو دل چاہے۔نویں عورت کہنے لگی میرا خاوند اونچے محل والا، اور اونچے قد والا اور بڑی راکھ وال ہے، اور اس کا مکان دارالمشورہ کے قریب ہے۔اس عورت نے بھی اپنے شوہر کی اچھائی بیان کی ہے کہ وہ بڑا سخی اور مہمان نواز آدمی ہے، ہر وقت اس کا باورچی خانہ گرم رہتا ہے، اس لیے راکھ بھی بہت نکلتی ہے، معتدل قد و قامت والا سمجھدار انسان ہے، اس لیے اس سے مشورہ کرنے میں اس سے رجوع کیا جاتا ہے گویا اس کا گھر ہی دارالمشورہ بن گیا ہے۔ دسویں عورت نے کہا میرے خاوند کا نام مالک ہے، اور مالک کیا خوب ہے، میری تمام تعریفوں سے افضل ہے، اس کے اونٹوں کے بہت شتر خانے ہیں اور کم چراگاہیں ہیں، جب اونٹ باجے کی آواز سنتے ہیں تو اپنے ذبح ہونے کا یقین کرلیتے ہیں، اس عورت کے کلام کا ماحصل یہ ہے کہ اس کا خاوند نہایت سخی ہے، مہمان نوازی کی وجہ سے اونٹ چرنے کا موقع ہی نہیں پاتے، اور گھر میں ہی کھڑے کھڑے ذبح کردیے جاتے ہیں، اور مہمانوں کی مہمان نوازی کے لیے پیش کردیئے جاتے ہیں۔ گیارہوں عورت نے بیان کیا کہ میرے خاوند کا نام ابوذرع ہے اور کہا کہ خوب ابوذرع ہے، اس نے زیورات سے میرے کان بوجھل کردیے اور کھلا کھلا کر چربی سے میرے بازو بھر دیئے اور مجھ کو بہت خوش کیا، چنانچہ میری جان بہت مسرور اور خوش ہے، اس نے مجھے بھیڑ بکری والوں میں پایا، جو پہاڑ کے کنارے رہتے تھے اور تنگی سے گزر بسر کرتے تھے سو اس نے مجھے گھوڑے اونٹ کھیت اور خرمن کا مالک بنا دیا، یعنی ذلیل ومحتاج تھی، اس نے مجھ کو باعزت اور مالدار کردیا، اس پر مزید خوش خلقی یہ ہے کہ میں اس سے بات کرتی ہوں تو سیراب ہو جاتی ہوں، ابوذرع کی ماں سو کیا خوب ہے ابوذرع کی ماں، اس کے بڑے بڑے برتن ہمیشہ بھرے رہتے ہیں، اس کا مکان نہایت وسیع ہے یعنی وہ بڑی مالدار اور بڑی فراخ دل خاتون ہے، ابوذرع کا کیا کہنا، اس کا بیٹا سو کیا خوب ہے، ابوذرع کا بیٹا، اس کی خواب گاہ سونی سونی تلوار کی طرح باریک ہے، بکری کے بچہ کا ایک دست اس کو آسودہ کردیتا ہے یعنی بہادر ہے، سپاہیانہ زندگی گزارتا ہے کہ ذرا سی جگہ میں تھوڑا بہت لیٹ جاتا ہے، اسی طرح کھانے میں بھی اس کی غذا مختصر اور قلیل ہے، ابوذرع کی بیٹی بھلا اس کی کیا بات ہے؟ وہ باپ کی تابعدار، ماں کی فرمانبردار، اپنے لباس کو بھرنے والی یعنی صحت منداور موٹی تازی ہے اور اپنی سوکن کی جان ہے یعنی اپنے خاوند کی پیاری ہے، اس واسطے اس کی سوکن اس سے جلتی اور کڑھتی رہتی ہے۔ابوذرع کی باندی کا کیا کمال بتاؤں، ہمارے گھر کی بات کبھی بھی باہر جا کر نہیں کہتی، کھانے تک کی چیز بھی بلا اجازت نہیں کھاتی، اور ہمارا گھر کوڑے سے آلودہ نہیں کرتی، یعنی مکان کو صاف وشفاف رکھتی ہے، یہ ہماری حالت تھی، مزے سے دن گزر رہے تھے کہ ایک روز صبح کے وقت دودھ کے برتن بلوئے جارہے تھے کہ ابوذرع گھر سے نکلا تو راستے میں ایک عورت سے ملا جس کے ساتھ چیتے جیسے دو بچے تھے، جو اس کی گود میں دو اناروں سے کھیل رہے تھے، پس وہ ابوذرع کو کچھ ایسی پسند آئی کہ اس نے مجھے طلاق دے دی اور اس عورت سے نکاح کرلیا۔ابوذرع کے مجھے طلاق دینے کے بعد میں نے ایک شریف سردار مرد سے نکاح کرلیا جو عمدہ گھوڑے کے شہسوار، سپہ گر اور نیزہ باز ہے اس نے مجھے بڑی نعمتیں دیں اور ہر قسم کے جانور، اونٹ، گائے، بکری وغیرہ میں سے ایک ایک جوڑا مجھ کو دیا اور یہ بھی کہا: ام ذرع خود بھی کھا اور اپنے میکے والوں میں بھی جو چاہے بھیج دے، اگر میں اس کی ساری عطاؤں کو جمع کروں تو دوسرے خاوند کا احسان پہلے خاوند کے احسان سے نہایت کم ہے۔ام المومنین حضرت عائشہؓ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گیارہ عورتوں کا قصہ سنا چکیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ میں تیرے لئے ایسا ہی ہوں جیسے ام ذرع کے لیے ابوذرع تھا، یعنی میں ویسے ہی تیری خاطر کرتا ہوں، مگر میں تجھے طلاق نہیں دوں گا۔اس پر حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ابوذرع کی کیا حیثیت ہے آپ میرے لیے اس سے بڑھ کر ہیں۔

(حوالہ: حضرت عائشہؓ کے سو 100 قصے)

زمانہ شناس علماء کیسے تیار ہوں گے

ڈاکٹر محمد غطریف شہباز ندوی

مدارس اسلامیہ کے نصاب میں جب بھی کسی تبدیلی کی بات اٹھتی ہے تو فوراً ایک بڑے حلقہ کی جانب سے کہا جاتا ہے کہ مدارس کے نصاب ونظام میں کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں اس لیے کہ مدارس سے انجینئر، ڈاکٹر اور سائنس داں پیدا کرنا مقصود نہیں، بلکہ عالم دین پیدا کرنا مقصود ہیں۔تاہم یہ دلیل جو اکثر دہرائی جاتی ہے ایک ادھوری سچائی ہے، مدارس سے انجینئر، ڈاکٹر اور سائنس داں نہ پیدا ہوں مگر ایسے عالم دین تو لازماً پیدا ہونے چاہیے جو عصر حاضر، اس کے مطالبات، چیلنجوں، سوالوں اور تقاضوں کا ادراک رکھتے ہوں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ سوشل سائنسز اور خود نیچرل سائنسز کی مبادیات کو جانے بغیر کسی مہذب معاشرہ میں جینے کا تصور نہیں کیا جاسکتا ہے مگر ہمارے مدارس اب تک مصر ہیں کہ وہ ان کی مبادیات تک کو اپنے کورس میں جگہ نہیں دیں گے۔دوسرے آج نئی ٹیکنالوجی اور جدید سائنس مذہبیات کے سامنے وہ مسائل پیدا کر رہی ہے جو ماضی کے بزرگوں کے حاشیۂ خیال میں بھی نہ آئے ہوں گے۔

مثلاً جرمنی میں Robotic Priest کے تجربہ نے یہ امکان پیدا کردیا ہے کہ مذہبی اور دینی عبادات اور رسموں کی ادائیگی روبوٹ انجام دیں۔ مسلم معاشروں میں امام اور مؤذن روبوٹ بنیں۔جاپان میں مردوں کی آخری رسومات ادا کرنے کے لیے روبوٹ کو استعمال کیا جارہا ہے۔گلوبلائیزیشن کے اس بے مہار دور میں وہ دن بھی دور نہیں جب مسلمان میتوں کی رسومات بھی روبوٹ انجام دیا کریں گے؟ ان کا شرعی حکم کیا ہوگا؟

اب روبوٹ صرف مشینی آلات تک محدود نہیں رہ گئے ہیں کہ جن کی پروگرامنگ پوری طرح انسان کے ہاتھ میں ہو اور وہ ریموٹ سے کنٹرول ہوتے ہوں۔سائنس داں ایسے تجربات کر رہے ہیں کہ روبوٹ میں بھی انسان جیسے شعور، جذبات و عواطف پیدا کردیے جائیں۔ مستقبل کی دنیا میں انسان ان روبوٹوں کا سامنا کریں گے جو انسانوں کی طرح ہی جیتے جاگتے اور احساس وشعور رکھتے ہوں گے۔ یہ روبوٹ کیا نفس انسانی کہلائیں گے؟ کیا یہ شرعی احکام کے مکلّف ہوں گے؟ کیا ان کے بھی ہم انسانوں جیسے حقوق ہوں گے؟ مستقبل میں مذہبیات کے عالموں کو اِن جیسے اور بہت سے سوالوں کا سامنا کرنا پڑے گا اور یہ ایسی چیز ہے کہ جس کو پرانے فقہی متون اور ریڈی میڈ فتاوی سے حل نہیں کیا جاسکے گا۔تو یہ وہ چیزیں ہیں جو انسان کے سامنے اور خاص ہماری روایتی فقہ کے سامنے زبردست چیلنج لے کر آرہی ہے۔کیا ہم اس چیلنج کو قبول کرنے کے لیے تیار ہیں؟ کیا ہم اس کے لیے کچھ تیاری کر رہے ہیں؟ بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ کہ کیا ہم اس چیلنج کو جانتے بھی ہیں؟ اس کی خطرناکی کا کوئی ادراک بھی ہمیں ہے؟

اس لیے ضرورت اس بات کی کہ روایتی اور عصری دونوں کے امتزاج سے ایک نیا نظام تعلیم ڈیولپ کیا جائے جو اپنے فارغین کو معاشی مہارت بھی دے، اخلاقی تربیت بھی دے سکے اور بنی نوع انسان کے تئیں ایک ذمہ داری کا احساس بھی ان میں پیدا کرسکے۔

ہندوستان میں اسلامی دور حکومت

سید عبداللہ علوی بخاری

اسلام دنیا کا وہ مذہب ہے جس نے نہ صرف قلیل مدت میں پوری دنیا کو اپنے آغوش میں لے لیا بلکہ اسی مختصر مدت میں دنیا کے تین چوتھائی حصے پر اپنی حکومت بھی قائم کی۔ ڈیڑھ ہزار برس پر مشتمل اسلامی تاریخ نے امن وآشتی اور بین المذاہب رواداری کی ایسی مثالیں پیش کیں جن کی نظیر پیش کرنے سے دنیا قاصر ہے۔

یہ اسلامی حکومت ہی تھی جس نے ہندوستان کی سرزمیں پر مسجدوں کی تعمیر کے ساتھ ساتھ مندروں کے لیے زمینیں پیش کیں، جس نے غیر مسلموں کو ان کی مذہبی روایات کو آزادانہ ادا کرنے کی اجازت دی، جس نے ان کے مذہبی تشخص واقدار کو تحفظ بخشا اور اُسی شان وشوکت کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے حقوق دیے جیسے کے مسلمانوں کو حاصل رہے، مسلمانوں کی طرح غیر مسلموں کے حقوق کی ادائیگی کا نہ صرف لحاظ برتا بلکہ اہتمام بھی کیا۔ تاریخ نے یہ بھی دیکھا کہ ایک مسلمان کے غیر مسلم پر ناحق مطالبے پر انصاف کرتے ہوئے غیر مسلم کے حق میں فیصلہ سنایا گیا۔

اسی ہندوستان کی سرزمین پر سیکڑوں برس مسلمانوں کی حکمرانی رہی۔ اُن کے دور حکومت امن وسلامتی اور مسلم و غیر مسلم کے درمیان رواداری وانصاف کا آئینہ تھے۔ ان ہی حکمرانوں میں سلطان قطب الدین ایبک بھی ایسے ہی ایک نیک اور انصاف پسند حاکم تھے۔ انھوں نے اپنے محل کے باہر زنجیرِ انصاف لٹکا رکھی تھی کہ اگر کسی کی حق تلفی ہوتی ہے یا اس پر ظلم کیا جاتا ہے تو مظلوم بلا جھجک اور بے خوف وخطر سلطان تک انصاف کی گہار لگا سکے۔ یہی وہ انصاف پسند مسلم فرمانروا تھا جس نے جرم کی پاداش میں اپنے ہی بیٹے کو قصوروار پائے جانے پر اسلامی احکامِ انصاف پر عمل کرتے ہوئے سرعام کوڑے لگائے اور سزا دے کر اسلامی انصاف کی مثال پیش کی۔

اسی ہندوستان میں غیاث الدین بلبن نامی سلطان بھی گذرے جن کا دور حکومت امن وسکون اور خوشحالی میں اپنے آپ میں ایک مثال رکھتا ہے۔ اُس دور کے ہندوؤں نے خود اُن کے دور حکومت کی تعریف کی ہے جس پر آج بھی تاریخی شہادت موجود ہے۔ دہلی کے قریب پالم میں 1280 عیسوی کا سنسکرت میں لکھا ایک کتبہ دستیاب ہوا جس میں غیاث الدین بلبن کے دور حکومت کی تعریف کرتے ہوئے اُس دور کے ہندو مؤرخین کا اعتراف یوں ملتا ہے:

’’بلبن کی سلطنت میں آسودہ حالی ہے۔ اس کی بڑی اور اچھی حکومت میں غور سے غزنہ اور دراوڑ سے رامیشوری تک ہر جگہ بہار کی دل آویزی ہے۔ اس کی فوجوں نے ایسا امن وامان قایم کیا ہے جو ہر شخص کو حاصل ہے۔ سلطان اپنی رعایا کی خبر گیری اتنی اچھی طرح کرتا ہے کہ خود وِشنُو (ہندوؤں کا دیوتا) دنیا کی فکر سے آزاد ہو کر دودھ کے سمندر میں جا کر سو رہے ہے۔‘‘

سلطان علاء الدین خلجی جن کے متعلق شرپسند طاقتوں نے منصوبہ بند طریقے پر جھوٹ کے پلندے باندھے اور سماج کے اتحاد کو منتشر کرنے کے لیے نفرتوں کی دیوار کھڑی کرتے ہوئے من گھڑت تاریخ مرتب کروائی جب کہ ان کے انصاف کی گواہی آج بھی تاریخ کے سینے میں صحیفوں کی شکل میں موجود ہے۔ ان کے عدل و انصاف کی شہادت پیش کرتے ہوئے فارسی، اردو اور ہندی کے معروف شاعر وصوفی حضرت امیر خسرو ’’خزائن الفتوح‘‘ میں لکھتے ہیں:

’’اُس نے حضرت عمر کے دور جیسا عدل قایم کر رکھا ہے۔‘‘

ایسا لگتا ہے کہ یہی عدل وانصاف ہے جو علاء الدین خلجی کے مخالفین کو پسند نہ آیا یا شاید یہ کہ اس سے ان کی قلعی کھلی، ان کے راز کھلے اور انھیں اپنی قوم سے ہزیمت اٹھانی پڑی جو انھوں نے مخالف ہوا چلا کر ایک امن پسند اور انصاف پسند سلطان کو بدنام کرنے کی کوشش کی۔

سلطان محمد بن تغلق بھی تاریخ ہند کے ایسے ہی مسلم فرمانروا ہیں جنھیں اسلام مخالف طاقتوں نے ظالم بادشاہ کے طور پر پیش کیا ہے جب کہ ان کے انصاف کی گواہی دیتے ہوئے اُس دور کے مؤرخین کا بیان ہے کہ:

ہفتے میں ایک روز سلطان دربار عام منعقد کر کے مظلوموں کی فریاد رسی کرتے۔ سلطان نے اپنے دربار میں چار مفتی مقرر کر رکھے تھے جو اسلامی شریعت کی روشنی میں احکام سناتے اور سلطان اس کے مطابق فیصلہ کرتے۔ حتیٰ کے سلطان نے ان مفتیوں کو متنبہ کر رکھا تھا کہ اگر کوئی بے قصور ان کے فیصلوں کے سبب تہہ تیغ کو پہنچا تو اس کا خون ناحق ان ہی کی گردن پر ہوگا۔

ہندوستان کے مشہور مسلم فرمانروا ’’شیر شاہ سوری‘‘ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ شیر شاہ سوری مساوات اور ہندو مسلم رواداری کا پیکر تھے۔ ان کی رعایا پروری کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوگا کہ انھوں نے یہ اعلان کر رکھا تھا:

’’اگر کسی نے بھی میری رعایا کے کسی فرد پر بھی ظلم کیا تو میں اس پر بجلی بن کر گروں گا اور اس کو مٹا کر ہی دم لوں گا۔‘‘

ہندوؤں پر ان کی توجہ اور کرم فرمائیوں کا ثبوت ان کے اس اعلان سے ملتا ہے:

’’غیر مسلموں کی عبادت گاہیں بالکل محفوظ رہیں۔ ان عبادت گاہوں کی جو مسلم حاکم حفاظت نہیں کرے گا اسے معزول کر دیا جائے گا۔‘‘

مغلیہ سلطنت کو کون نہیں جانتا؟ ہندوستان کے طول وعرض میں طویل مدت تک شان وشوکت کے ساتھ حکومت کرنے والی یہ انتہائی طاقتور اسلامی طرز کی حکومت رہی ہے۔ مغل اگرچہ باہر سے آئے تھے لیکن شاہان مغلیہ نے ہندوستان کو اپنا وطن بنا لیا۔ اس ملک میں انھوں نے اس طرح محبت کی جیسے ایک بادشاہ اپنے مادر وطن سے محبت کرتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس ملک میں انھوں نے اسی طرح حکومت بھی کی جیسے ایک بادشاہ اپنے مادر وطن میں حکومت کرتا ہے۔ سلطنت مغلیہ کے نامور بادشاہوں نے اپنے اپنے ادوار میں انصاف پسند ومساوات پر مبنی رعایا پرور اور روادارنہ طرز کی مثالی حکومت کی۔

مغلیہ سلطنت کے بانی ظہیر الدین بابر اپنی کتاب ’’تزک بابری‘‘ میں ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

فوج ’’بھیرہ‘‘ سے گذر رہی تھی تو سپاہیوں نے ’’بھیرہ‘‘ والوں کو ستایا۔ فوراً اُن سپاہیوں کو گرفتار کر کے بعض کو سزائے موت کا حکم دیا اور بعض کی ناکیں کٹوا کر تشہیر کرائی۔

مغل بادشاہ ’’جہانگیر‘‘ کا معاملہ تو اس سلسلے میں مزید سخت تھا۔ وہ روزانہ دو گھنٹے عوام کی شکایتیں سنتے یہاں تک کی دوران سفر بھی اس معمول کا اہتمام کرتے اور روزانہ تین تین گھنٹے مظلوموں کی فریاد سنتے اور ظالموں کو بلا امتیاز وتفریق سزا دیتے۔ وہ ’’تزک جہانگیری‘‘ میں لکھتے ہیں:

’’مخلوق خدا کی نگہبانی کے لیے میں رات کو بھی جاگتا ہوں اور سب کے لیے اپنے آپ کو تکلیف دیتا ہوں۔‘‘ مغل بادشاہوں کی تعمیرات میں ’’دیوان عام‘‘ کی تعمیر اس بات کا بین ثبوت ہے کہ دربار میں عوام وخواص کو بلا تردد و بلا تامل اپنی شکایات بادشاہ کے روبرو پیش کرنے اور اور انصاف مانگنے کی اجازت تھی۔ یہاں بادشاہ نہ صرف عوام کی شکایات سنتے بلکہ خود فریقین سے جرح کرتے اور فیصلہ صادر کرتے تھے۔ فیصلوں میں انصاف کا اس قدر اہتمام برتا جاتا کہ اگر مجرم حکومت کا بڑے سے بڑا عہدیدار یا شاہی خاندان کا فرد ہوتا تو اسے بھی سزا دینے سے تامل نہ کیا جاتا۔

مغل بادشاہوں میں شہنشاہ اکبر اعظم، جہانگیر اور تاجدار مغلیہ اورنگ زیب عالمگیر جیسے بادشاہوں نے انصاف و اسلامی رواداری کے وہ ان مٹ نقوش چھوڑے ہیں جن پر آج بھی تاریخی شہادتیں موجود دہیں۔ شہنشاہ جہانگیر ایک امن پسند، منصف المزاج اور رعایا پرور بادشاہ تھا۔ اس نے اپنے دربار میں بڑے اور اونچے عہدوں پر کئی ہندوؤں کو مامور کیا۔ یہی مغل بادشاہ جہانگیر ہے جس نے متھرا میں ’’گوبند دیوی‘‘ مندر کی تعمیر کے لیے زمین دی۔

شہنشاہ جلال الدین اکبر کو سلطنت مغلیہ کا سب سے مشہور اور طاقتور بادشاہ تسلیم کیا گیا ہے۔ اکبر نے ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کو وسیع کرنے کے لیے یہاں کی چھوٹی بڑی غیر مسلم ریاستوں کے راجے رجواڑوں اور راجپوتوں سے دوستانہ تعلقات قایم کیے۔ نہ صرف یہ کہ بڑی تعداد میں غیر مسلم سپاہیوں کو اپنی فوج میں جگہ دی بلکہ اونچے اور اعلیٰ عہدوں پر انھیں مامور کیا اور اپنے دربار خاص میں بھی انھیں جگہ دی۔ اکبر اعظم نے بیربل اور تان سین جیسی غیر مسلم اور قابل وہونہار شخصیات اپنے دربار میں جمع کیں۔ اتنا ہی نہیں اکبر نے ان کے مذہبی سفیر سے ٹیکس معاف کیا اور مندروں کی تعمیر کرائی۔

اورنگ زیب عالمگیر ہندوستان کی تاریخ اور مغلیہ سلطنت کے ایسے بادشاہ گذرے ہیں جن پر اسلام دشمن، متعصب اور حاسد مؤرخین نے بے بنیاد اور بے جا الزامات عائد کر کے انھیں ایک ظالم بادشاہ بنا کر پیش کیا ہے۔ جب کہ ان کی فوج اور ان کے قلمرو کی ریاستیں جو گواہیاں پیش کرتی ہے ان سے ان پر لگے الزامات کی تردید خود تاریخ پیش کر دیتی ہے۔ یہ تاریخ کے ساتھ ایک بہت بڑا مذاق اور کھیل ہے جو ہر دور میں مخالفین حکمرانوں کی جانب سے کھیلا جاتا رہا ہے۔ اورنگ زیب عالمگیر اگر ظالم اور ہندو مخالف بادشاہ ہوتے تو ان کی فوج میں نہ ہندو فوجی ہوتے اور نہ ہی اعلا عہدوں پر مامور ہندو عہدیداران۔ خود ایک ہندو مصنف ’’اچاریہ پرفل چندررائے‘‘ نے اورنگ زیب عالمگیر کی فوج میں ہندو عہدیداران کی تقرری کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

’’شہنشاہ اورنگ زیب کے عہد میں سلطنت کے اندر بڑی بڑی ذمہ داری کے عہدے ان کو ملے ہوئے تھے۔‘‘

اورنگ زیب عالمگیر اگر ایک ظالم اور ہندو مخالف بادشاہ ہوتے تو ان کے پچاس سالہ دور حکومت میں ہندوستان بھر کی ان تمام ریاستوں میں جو ان کی قلمرو میں شامل تھیں ایک بھی مندر نہ ہوتا۔ ان پر لگے اس الزام کی تردید کرتے ہوئے اور ان کی رواداری اور رعایا پروری کے جذبات سے متاثر ہو کر ایک اور ہندو مورخ اپنی کتاب ’’تاریخ ہند‘‘ میں لکھتے ہیں کہ:

’’کاشی پریاگ اور دوسری عبادت گاہوں کے لیے اس نے جو جاگیریں وقف کی ہیں اور ہندو پیشواؤں کے ساتھ جو رعایتیں کی ہیں، ان سے اس کی انصاف پسندی ثابت ہوتی ہے۔‘‘

خود اورنگ زیب عالمگیر کے خطوط ان کے مہربان اور رعایا پرور، انصاف پسند اور روادارانہ حاکم کی حیثیت کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں۔ انھوں نے بنارس کے حاکم ’’ابوالحسن‘‘ کے نام ایک فرمان جاری کرتے ہوئے جو لکھا ہے وہ ایک تاریخی شہادت ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی رواداری ومساوات پر مبنی ان کے نظام حکومت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

ہماری پاک شریعت اور سچے مذہب کی رو سے یہ ناجائز ہے کہ غیر مذہب کے قدیم مندروں کو گرایا جائے .... یہ حکم دیا جاتا ہے کہ آئندہ سے کوئی شخص ہندوؤں اور برہمنوں کو کسی وجہ سے بھی تنگ نہ کرے اور نہ اُن پر کسی قسم کا ظلم کرے۔

مسلم حکمرانوں نے ہندوستان کی سرزمین پر کم وبیش ایک ہزار ایک سو چھیالیس (1,146) سال حکومت کی اور ہندوستان کو خوب ترقی دی۔ انھوں نے اپنی رعایا میں کبھی ہندو مسلم کا امتیاز نہ برتا، ہندوؤں پر کبھی ظلم نہیں کیا، ان پر ٹیکس کا کبھی جبری بوجھ نہ ڈالا، ان کی جان مال لوٹ کر ان پر زندگی تنگ نہ کی بلکہ انھیں وہی مراعات مہیا کیں جو مسلمانوں کو حاصل تھیں، ان کی جان و مال کو کبھی نقصان نہ پہنچایا بلکہ انھیں تحفظ مہیا کرنے کا خصوصی اہتمام کیا اور ملک میں آپسی بھائی چارہ ومساوات کے پروان چڑھایا۔ مسلمانوں کے روادارانہ، انصاف پسند نظام حکومت کی تعریف کرتے ہوئے موجودہ ہندو مؤرخین لکھتے ہیں:

’’یوپی میں چھے سو سال تک مسلمانوں کی حکومت رہی لیکن یہاں مسلمان صرف چودہ فیصد ہیں اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ہندو مذہب محفوظ رہا اور جبری اشاعت اسلام نہیں ہوئی۔

مسلم حکمرانوں نے اپنے عہد میں رواداری ومساوات کی فضاء کو قایم ہی نہیں کیا بلکہ اس کو برقرار رکھتے ہوئے اس کی آبیاری بھی کی اور ایک خوشحال وکامیاب ہندوستان کی تعمیر کی۔

لیتھیم (سفید دھات) کی کھوج سے ہندوستان میں ماحولیات پر منفی اثرات پڑ سکتے ہیں!

حافظ مجاہد الاسلام عظیم آبادی

حالیہ خبروں میں بھارت میں لیتھیم کی بڑی مقدار دریافت ہوئی ہے۔اس دریافت کے ملکی معیشت اور عالمی توانائی کی صنعت کے لیے اہم مضمرات ہیں۔ اس مضمون میں، ہم لیتھیم کی اہمیت کا جائزہ لیں گے، سائنسدان اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں، ماحول پر اس کے اثرات، ہندوستانی حکومت کو کیا اقدامات کرنے چاہئیں، اور قرآن اس بارے میں کیا کہتا ہے۔

لیتھیم ایک نرم، چاندی کی سفید دھات ہے جو الیکٹرک گاڑیوں اور قابل تجدید توانائی کے ذخیرہ کرنے کے نظام میں استعمال ہونے والی بیٹریوں کی تیاری میں ضروری ہے۔ حالیہ برسوں میں صاف توانائی کے ذرائع کی طرف منتقلی کے لیے عالمی دباؤ کی وجہ سے لیتھیم کی مانگ میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ ہندوستان میں لیتھیم کی ایک بڑی مقدار کی یہ دریافت اس لیے اہم ہے، کیونکہ یہ ممکنہ طور پر اس اہم وسائل کی بڑھتی ہوئی طلب کو پورا کرنے میں مدد دے سکتی ہے۔سائنسدانوں نے اس کی منفرد خصوصیات کی وجہ سے لیتھیم کا بڑے پیمانے پر مطالعہ کیا ہے۔ لیتھیم کو دماغی صحت کے بعض حالات کے علاج میں موڈ سٹیبلائزر کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ دیگر طبی ایپلی کیشنز جیسے دوئبرووی خرابی کی شکایت اور کلسٹر سر درد کے علاج میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ، جوہری فیوژن اور دیگر جدید ٹیکنالوجیز میں لیتھیم کے ممکنہ استعمال ہیں۔تاہم، اگر مناسب طریقے سے انتظام نہ کیا جائے تو لیتھیم کان کنی کے منفی ماحولیاتی اثرات ہو سکتے ہیں۔کان کنی کا عمل مٹی اور پانی کی آلودگی، رہائش گاہ کی تباہی، اور دیگر ماحولیاتی خلل کا باعث بن سکتا ہے۔اس لیے یہ ضروری ہے کہ ہندوستانی حکومت اس بات کو یقینی بنانے کے لیے اقدامات کرے کہ کان کنی کی کوئی بھی سرگرمیاں ذمہ داری اور پائیدار طریقے سے کی جائیں۔

ہندوستانی حکومت کو ایک پائیدار اور ذمہ دار کان کنی کا منصوبہ تیار کرنے کو ترجیح دینی چاہیے جو ممکنہ ماحولیاتی اثرات کو مدنظر رکھے اور ان کو کم کرنے کے لیے کام کرے۔انہیں اس بات پر بھی غور کرنا چاہیے کہ نئے پائے جانے والے وسائل کو مجموعی طور پر مقامی معیشت اور معاشرے کو فائدہ پہنچانے کے لیے کس طرح استعمال کیا جائے۔اس میں مقامی انفراسٹرکچر میں سرمایہ کاری اور کان کنی کی صنعت میں ملازمتیں پیدا کرنا شامل ہوسکتا ہے، قرآن پاک ماحول کے تحفظ اور تحفظ کی ترغیب دیتا ہے۔قرآن اس بارے میں ایک جامع رہنمائی فراہم کرتا ہے کہ انسانیت کو ماحول کے ساتھ کس طرح تعامل کرنا چاہیے۔قرآن ماحول کے تحفظ اور تحفظ کی اہمیت پر زور دیتا ہے، اور مسلمانوں کو فطرت کے تئیں ایک پائیدار اور ذمہ دارانہ انداز اپنانے کی ترغیب دیتا ہے۔

قرآن کے بنیادی اصولوں میں سے ایک یہ ہے کہ کائنات کی ہر چیز اللہ کی بنائی ہوئی ہے اور اسی لیے مقدس ہے۔اس میں صرف انسان ہی نہیں بلکہ پودے، جانور، سمندر، پہاڑ اور پوری قدرتی دنیا بھی شامل ہے۔ اللہ نے ان قدرتی وسائل کو انسانیت کے لیے امانت کے طور پر پیدا کیا ہے، اور ان کی حفاظت اور آنے والی نسلوں کے لیے ان کے پائیدار استعمال کو یقینی بنانا ہماری ذمہ داری ہے۔

قرآن یہ بھی سکھاتا ہے کہ زمین پر انسانیت واحد مخلوق نہیں ہے، اور یہ کہ ہم اس سیارے کو دوسرے بے شمار جانداروں کے ساتھ بانٹتے ہیں۔سورۃ الانعام میں قرآن کہتا ہے، ”زمین پر کوئی جانور (رہنے والا) نہیں اور نہ ہی کوئی ایسا وجود جو اپنے پروں پر اُڑتا ہو، بلکہ تم جیسی جماعتیں بنتی ہیں۔“ (38:6) یہ آیت تمام جانداروں کے باہمی ربط کو اجاگر کرتی ہے اور بقائے باہمی اور باہمی احترام کی اہمیت پر زور دیتی ہے۔

قرآن مسلمانوں کو فطرت کے بارے میں اعتدال اور متوازن رویہ اپنانے کی ترغیب بھی دیتا ہے۔قرآن مجید میں سورہ اعراف میں ہے کہ کھاؤ اور پیو لیکن اسراف نہ کرو کیونکہ اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔(31:7) یہ آیت مسلمانوں کو فضول خرچی اور اسراف سے گریز کرتے ہوئے ذمہ دارانہ اور پائیدار طریقے سے قدرتی وسائل کو استعمال کرنے اور استعمال کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔

مزید یہ کہ قرآن ماحولیاتی تباہی اور آلودگی کی سخت مذمت کرتا ہے۔قرآن مجید میں سورہ اعراف میں ارشاد ہے کہ ”اور زمین میں فساد نہ کرو اس کے بعد کہ اس کی ترتیب ہو جائے یہی تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو“۔(85:7) یہ آیت ماحول کو نقصان پہنچانے والے کاموں سے بچنے کی اہمیت پر زور دیتی ہے، اور ماحولیاتی انحطاط کے منفی نتائج پر روشنی ڈالتی ہے۔

قرآن کریم قدرتی وسائل کے تحفظ اور تحفظ کی اہمیت پر بھی زور دیتا ہے۔قرآن مجید میں سورہ الحجر میں ارشاد ہے کہ "اور ہم نے زمین کو تمہارے لیے مسکن، آرام گاہ اور تمہارے رزق کے لیے باغات بنائے ہیں، یہ تم کو ضائع نہیں کرنا ہے۔"(19:15) یہ آیت قدرتی وسائل کے تحفظ اور آنے والی نسلوں کے لیے ان کے پائیدار استعمال کو یقینی بنانے کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے۔

قرآن مسلمانوں کو ماحول کے تحفظ اور ماحولیاتی چیلنجوں سے نمٹنے کے لیے عملی اقدامات کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔قرآن مجید میں سورہ روم میں کہا گیا ہے کہ ”خشکی اور تری میں فساد انسانوں کے ہاتھوں کے کرتوتوں کی وجہ سے پھیل گیا، اس طرح وہ ان کو ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے گا تاکہ وہ برائیوں سے باز آجائیں۔" (41:30) یہ آیت ماحولیاتی انحطاط کے منفی نتائج کو اجاگر کرتی ہے اور مسلمانوں کو ان چیلنجوں سے نمٹنے اور پائیداری کو فروغ دینے کے لیے اقدامات کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔مسلمانوں کو زمین کے ذمہ دار بننے اور تمام مخلوقات کے ساتھ حسن سلوک اور احترام کے ساتھ پیش آنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔اس میں قدرتی دنیا پر کان کنی اور دیگر انسانی سرگرمیوں کے منفی اثرات کو کم کرنے کے لیے اقدامات کرنا شامل ہے۔اس لیے یہ ضروری ہے کہ ہندوستان میں کان کنی کی کوئی بھی سرگرمی اس انداز میں کی جائے جو قرآن کی اقدار اور تعلیمات سے ہم آہنگ ہو۔

ہندوستان میں لیتھیم کی ایک بڑی مقدار کی دریافت کے عالمی توانائی کی صنعت کے لیے اہم مضمرات ہیں۔ اگرچہ لیتھیم الیکٹرک گاڑیوں اور قابل تجدید توانائی کے ذخیرہ کرنے والے نظاموں میں استعمال ہونے والی بیٹریوں کی تیاری میں ایک اہم ذریعہ ہے، لیکن یہ ضروری ہے کہ کان کنی کی کوئی بھی سرگرمیاں ذمہ داری اور پائیدار طریقے سے کی جائیں۔ ہندوستانی حکومت کو ایک ایسا منصوبہ تیار کرنے کو ترجیح دینی چاہیے جو ممکنہ ماحولیاتی اثرات کو مدنظر رکھے اور ان کو کم کرنے کے لیے کام کرے۔قرآن کی تعلیمات ماحول کے تحفظ اور تحفظ کی حوصلہ افزائی کرتی ہیں، اور کان کنی کی کوئی بھی سرگرمی ان اقدار کے مطابق ہونی چاہیے۔

بقیہ : بیت المقدس مسلمانوں کی مذہبی میراث......................

اسلام نے دنیا کے تمام مسلمانوں کو ایک جسم کی طرح قرار دیا ہے، اگر جسم کے کسی حصے کو تکلیف ہوتی ہے تو پورا جسم تکلیف محسوس کرتا ہے، اسی طرح اگر دنیا کے کسی خطے میں مسلمان تکلیف میں ہوں تو تمام مسلمانوں کو بھی وہ تکلیف محسوس ہونی چاہیے، اگر فلسطین کے مسلمان اسرائیلی جارحیت کے شکار ہیں تو تمام مسلمانوں کو اس کے خلاف دستوری جد جہد کرنی چاہیے اور اپنے ایمان ویقین کا ثبوت پیش کرنا چاہیے، ہمیں مسئلہ فلسطین کا مطالعہ کرنا چاہیے، ہماری نوجوان نسل شاید اس پورے قضیہ سے ہی نابلد ہے، ضرورت اس کی ہے کہ ہم تاریخ کا مطالعہ کریں، حالات سے واقفیت حاصل کریں، فلسطینی مسلمانوں کے ساتھ اگر کچھ نہیں کر سکتے تو کم از کم ان کے ساتھ اظہار ہمدردی وغم خواری کے ساتھ دعاء کرتے رہیں، اتنا تو ہمارا حق ضرور بنتا ہے ان نہتے، جانباز فلسطینیوں کے لیے، اللہ تعالی فلسطینی مسلمانوں کی مدد فرمائے اور کوئی صلاح الدین پیدا کرے، جو مسلمانوں کی مذہبی میراث کو واپس دلا سکے، فلسطین مسلمانوں کی مذہبی میراث ہے، مسلمان کبھی بھی اور کسی صورت میں اس سے دست بردار نہیں ہو سکتے۔

اعلان مفقود الخبری

معاملہ نمبر ۱۷/۵۶۵/۱۴۴۴ھ

(متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ مدرسہ شمسیہ گرگاواں، گڈا)

انجم خاتون بنت محمد مسلم، مقام سروتیا، ڈاکخانہ سربھنگہ، تھانہ مہگواں، ضلع گڈا۔۔۔۔۔فریق اول

بنام

تاج محل ولد اجمل، مقام بہی پاڑہ، ڈاکخانہ بہی پاڑہ، تھانہ رانی ٹولہ، ضلع مرشد آباد۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دار القضاء امارت شرعیہ مدرسہ شمسیہ گرگاواں، ضلع گڈا میں عرصہ ۸/سالوں سے غائب ولا پتہ ہونے ودیگر حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعے آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ کو دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۹/شعبان ۱۴۴۴ھ مطابق ۲۲/مارچ ۲۰۲۳ء روز بدھ کو بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔فقط۔قاضی شریعت

معاملہ نمبر ۲۰۵/۲۶۹۷/۱۴۴۳ھ

(متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ آزادنگر، مانگو، جمشید پور، ضلع مشرقی سنگھ بھوم)

اجمیری خاتون (ستّو آرا) بنت عبد الحفیظ خان، مقام بندوگوڑا، ڈاکخانہ کپالی، ضلع سرائے کیلا۔۔فریق اول

بنام

محمد قربان ولد محمد خواجہ، مقام غوث نگر، امام باڑہ کے پیچھے، ڈاکخانہ کپالی، ضلع سرائے کیلا۔۔۔۔۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دار القضاء امارت شرعیہ آزادنگر، روڈ نمبر ۱/، مانگو، جمشید پور، ضلع مشرقی سنگھ بھوم میں عرصہ گیارہ (۱۱) سالوں سے غائب ولا پتہ ہونے ودیگر حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعے آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ کو دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۵/شوال المکرم ۱۴۴۴ھ مطابق ۶/مئی ۲۰۲۳ء روز سنیچر کو بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔فقط۔قاضی شریعت

ہفتۂ رفتہ

محمد اظہار

جج کا مثالی فیصلہ، ملزم کو 21 دنوں تک پنج وقتہ نماز کا حکم

مالیگاؤں کی مقامی عدالت کے جج جسٹس تیج ونت سنگھ سندھو نے ایک مثالی فیصلہ دیتے ہوئے ایک مسلم ملزم کو ایک سال کی سزا اور ایک ہزار روپے 21 دنوں تک مقامی مسجد میں پنج وقتہ نماز ادا کرنے اور اسی مسجد میں 2 درخت لگانے کا حکم دیا ہے۔ملزم کے ان اعمال کی نگرانی کے لیے جج نے فیصلے کی نقل امام مسجد اور محکمہ جنگلات کے اعلیٰ افسر کو روانہ کیا ہے۔اپنی نوعیت کے اس منفرد فیصلے کی چہار جانب ستائش کی جارہی ہے۔جج تیج ونت سنگھ سندھو مالیگاؤں میں جوائنٹ سول جج سینئر ڈویژن اور ایڈیشنل چیف جوڈیشیل مجسٹریٹ کے عہدے پر فائز ہیں۔اس سے قبل بھی انہوں نے ایک معاملے میں فیصلہ سناتے ہوئے ملزم کو یتیم خانے میں 500 سو روپے نقد جمع کرنے کی ہدایت دی تھی۔معاملہ اس طرح ہے کہ مالیگاؤں کے کیمپ علاقے میں واقع چھوٹا سونا پور سے متصل مسلم بستی میں رہائش پذیر رؤف خان عمر خان (30) اور محمد شریف عبدالمجید شیخ کے درمیان 2010ء میں خطرناک تصادم ہوا تھا۔اس کی وجہ گاڑی پارکنگ بتائی گئی تھی۔اس معاملے میں کیمپ پولیس اسٹیشن میں رؤف خان کے خلاف تعزیرات ہند کی دفعات 523، 325، 405 اور 506 کے تحت ایف آئی آر درج کی گئی ہے۔سرکاری وکیل نے ملزم رؤف خان کو سخت سزا دینے کا مطالبہ کیا۔سرکاری وکیل کے مطالبے پر عدلیہ نے ملزم کی رائے طلب کی تو اس نے کہا کہ ”میں غریب اور محنت کش انسان ہوں۔میرے اوپر گھریلو ذمہ داریاں ہیں اور اہل خانہ کی کفالت کا فریضہ ہے۔لہٰذا عدالت نرمی کا معاملہ رکھے۔(پریس رپورٹ)

4638 اسسٹنٹ پروفیسروں کی بحالی رد

پٹنہ ہائی کورٹ نے ریاست کے 12 یونیورسٹیوں میں 4638 اسٹنٹ پروفیسروں کی بحالی کو چیلنج دینے والی عرضی پر فیصلہ سناتے ہوئے بہار یونیورسٹی سروس کمیشن کے ذریعہ سال 2020 میں شائع اشتہار کو رد کردیا ہے۔عدالت نے نئے سرے سے اشتہار نکال کر ان عہدوں پر بحالی کے لیے ریزرویشن کے ضابطوں کے مطابق کارروائی شروع کرنے کی ہدایت بہار ریاستی یونیورسٹی سروس کمیشن کو دی ہے۔عدالت نے یہ بھی واضح کردیا کہ کچھ سبجیکٹ یعنی عربی وفارسی اور دیگر میں اسسٹنٹ پروفیسروں کی بحالی پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ان کی تعداد تقریباً 150 ہے۔غور طلب ہے کہ ہائی کورٹ نے اس معاملے میں 20 دسمبر 2022 کو سماعت کرتے ہوئے بہار ریاستی یونیورسٹی سروس کمیشن کو اگلی ہدایت تک کسی بھی امیدوار کو تقرر نامہ جاری نہیں کرنے کی ہدایت دی تھی۔اس معاملے میں عرضی دہندگان کی طرف سے سینئر وکیل پی کے شاہی، ایڈوکیٹ سیتم شیوم سندرم اور ایڈوکیٹ سمن کمار نے عدالت کے سامنے صفائی پیش کی تھی۔(پریس رپورٹ)

بہار کے سرکاری محکموں میں بڑے پیمانے پر بحالی ہوگی

وزیر اعلیٰ نتیش کمار کی صدارت میں کابینہ کی میٹنگ میں 27 ضروری ایجنڈوں پر مہر لگی ہے۔نتیش حکومت نے ایک بار پھر کئی سرکاری محکموں میں بڑے پیمانے پر بحالی کا اعلان کیا ہے۔ساتھ ہی بہار کے کھلاڑیوں کو بھی براہ راست نوکری دیے جانے کا اعلان کیا ہے۔وہیں بہار میں موسم کے سلسلے میں بھی اب پیشگی وارننگ نظام فروغ دینے کے سلسلے میں نیشنل سنٹر فار ایموسفیرک ریسرچ ریاستہائے متحدہ امریکہ کو اقرار نامہ دینے کے سلسلے میں منظوری دی گئی ہے۔بہار میں کہاسہ اور سرد لہر کو دیکھتے ہوئے یہ فیصلہ کیا گیا ہے۔اس کے علاوہ آریہ بھٹ یونیورسٹی میں قائم 7 مختلف اسکولوں کے لیے اساتذہ، افسران وملازمین کے 201 عہدوں کی تشکیل کی گئی ہے۔بہار ہائی اسکول اور 2+ اسکولوں میں خاص ضرورت والے طلباء وطالبات کو تعلیمی وظائف فراہم کرنے کے لیے مختلف معذوروں کی ٹریننگ خاص اساتذہ کے 270 عہدوں کی تشکیل کو منظوری دی گئی ہے۔(پریس رپورٹ)

ہائی کورٹ کے سابق جج شکلا کے خلاف مقدمہ

الٰہ آباد ہائی کورٹ کے سبکدوش جج ایس این شکلا بڑی مصیبتوں میں پھنس گئے چکے ہیں۔آمدنی سے زائد املاک کے معاملے میں وہ سی بی آئی کی کارروائی کے دائرے میں آگئے ہیں۔سی بی آئی نے سبکدوش جسٹس ایس این شکلا، ان کی اہلیہ اور ان کے رشتہ دار کے خلاف آمدنی سے زائد املاک کا معاملہ درج کیا ہے۔جسٹس شکلا پر ہائی کورٹ کے اپنے پانچ سال کی مدت کار 2014 سے 2019 کے دوران آمدنی سے زائد املاک بنانے کا الزام ہے۔سابق جج اور ان کی اہلیہ سچترا تیواری پر آمدنی کے معلوم ذرائع سے زائد مبینہ طور پر 2 کروڑ 45 لاکھ روپے کی املاک حاصل کرنے کا الزام ہے۔(ایجنسی)

بہار کے کئی اضلاع میں پھیل رہا ہے سائبر کرائم کا دائرہ

بہار کے 6 اضلاع ایسے ہیں جنہیں سائبر کرمنل نے ہاٹ اسپاٹ بنا رکھا ہے۔ان اضلاع میں جرائم پیشہ افراد لیپ ٹاپ اور موبائل کے ذریعے لوگوں کو اپنی دھوکہ دہی کا نشانہ بنا رہے ہیں۔انہیں دھوکہ دے کر ان کی محنت کی کمائی لوٹ رہے ہیں۔پہلے ہر چیز جامتاڑہ سے چلتی تھی۔لیکن، اب ایسا نہیں ہے۔بہار میں بھی پٹنہ، نالندہ، نوادہ، گیا، شیخ پورہ اور جموئی کے اضلاع کو سائبر مجرموں نے اپنا گڑھ بنا رکھا ہے۔ان اضلاع میں اپنے ٹھکانوں سے بیٹھ کر سائبر مجرم جامتاڑا ماڈل کے تحت مختلف طریقوں سے لوگوں کو دھوکہ دے رہے ہیں۔گذشتہ دنوں اکنامک آفینس یونٹ (EOU) کے اے ڈی جی نیئر حسنین خان نے بھی اسے قبول کیا ہے۔ان کے مطابق سائبر مجرموں نے بتیا، موتیہاری، مظفر پور اور مدھوبنی اضلاع میں بھی قدم جما لیے ہیں۔یہ 4 اضلاع ایسے ہیں کہ سائبر مجرموں نے انہیں اپنا نیا ٹھکانہ بنالیا ہے۔اے ڈی جی نیئر حسنین خان نے عوام کے لیے ایک خصوصی معلومات شیئر کی ہے۔سائبر کرائم کے معاملے میں ابتدائی 1-2 گھنٹے پولیس کے لیے سنہری دور ہوتے ہیں۔اگر کسی شخص کو سائبر مجرموں نے دھوکہ دیا ہے۔سائبر مجرم اس سے رقم اپنے بینک اکاؤنٹ میں منتقل کرتے ہیں۔اس کی معلومات صحیح وقت پر یعنی ایک دو گھنٹے کے اندر، پولیس یا سائبر سیل کو مل جاتی ہے۔ایسی صورت حال میں تیزی سے کام کرتے ہوئے، دھوکہ دہی کے شکار کو اس کی رقم واپس مل سکتی ہے۔(پریس رپورٹ)

طب وصحت

چائے اور صحت

چائے عرصہ سے انسانی زندگی پر اثر انداز رہی ہے۔دنیا کے ہر خطہ میں کسی بھی دوسرے مشروب سے زیادہ چائے کا استعمال ہوتا رہا ہے جو اس کی اہمیت اور اس کے تئیں انسان کی پسندیدگی کا کھلا ثبوت ہے۔درحقیقت چائے انسانی تہذیب سے وابستہ رہی ہے مگر عجیب بات ہے کہ بے چاری چائے اگرچہ دنیا بھر کے انسانوں کا لمحۂ سکون فراہم کرتی ہے مگر اس کے باوجود بے طرح نکتہ چینیوں کا شکار رہتی ہے۔بچپن میں ہمارے بزرگ یہ کوشش کرتے تھے کہ ہم کسی طور چائے کے قریب نہ ہوسکیں۔بچہ اگر چائے مانگ بیٹھے تو ڈانٹ سن جاتا ہے۔اپنے بزرگوں کو چائے پیتا دیکھ کر اس کا مزہ چکھنے کو بچہ بے قرار ہوجاتا ہے مگر بزرگ خود تو چائے کی چسکیاں لیتے رہتے ہیں اور بچہ صرف خالی پیالیاں تکتا رہ جاتا ہے۔بہرحال، یہ تو درست ہے کہ بچوں کو اس کی عادت نہیں ڈالنی چاہیے مگر بعض جگہوں پر چائے کے خلاف جو شدید رویہ نظر آتا ہے وہ کسی حد تک درست نہیں ہے۔ایسا اب سائنسی تحقیق سے بھی ثابت ہورہا ہے۔

چائے سے ہم کسی دوسرے انسان کے اخلاق یا اس کی بداخلاقی کا تعین کرتے ہیں، مثلاً ہم یہ کہتے ہیں کہ فلاں شخص بڑا صاحب اخلاق ہے، جب کبھی اس کے یہاں جاؤ، چائے سے ضرور خاطر کرتا ہے، یا پھر ہم ہی کہتے ہیں کہ فلاں انسان نہایت بداخلاق ہے کبھی کسی کو ایک پیالی چائے بھی نہیں پلاتا۔آیئے آگے کے سطور میں ہم سائنسی تحقیق کی روشنی میں چائے اور صحت کے پس منظر میں چند حقائق پر نظر ڈالیں۔چائے کا سائنسی نام کیمے لیا تھیا (Camellia thea) ہے۔چائے کے پودوں پر لگی ہری ہری تازہ پتیوں اور بند کلیوں کو توڑ کر چائے کی کمپنیاں انہیں مختلف مراحل سے گزار کر ڈبوں میں پیک کرتی ہیں جو ہم تک پہنچتی ہیں۔ہمارے ملک میں آسام اور دارجلنگ کی چائے کا شمار عمدہ قسم کی چائے میں ہوتا ہے۔

امریکہ میں چائے اور انسانی صحت پر اس کے اثرات کے متعلق مستقل تحقیقات ہورہی ہیں۔امریکن ہیلتھ فاؤنڈیشن (American Health Fonudation) نے یہ انکشاف کیا ہے کہ چائے انسانی صحت پر کئی طرح سے مثبت اثرات مرتب کرتی ہے۔یہ نہ صرف ذہن اور جسم کو سکون وراحت بخشتی ہے بلکہ انسانوں کو متعدد بیماریوں سے محفوظ بھی رکھتی ہے۔چائے کے متعلق یہ انکشاف بہت سے لوگوں کو حیرت میں ڈال سکتا ہے مگر یہ ایک حقیقت ہے۔جاپان کے لوگ جو پپٹک السر (Peptic Ulcer) سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں ان کا علاج چائے سے ممکن ہوسکا ہے جب جاپانی چائے کا استعمال چھوڑ دیتے ہیں تو یہ بیماری زیادہ پھیل جاتی ہے۔

چائے کی خوبی کا اندازہ یوں بھی لگا سکتے ہیں کہ صدیوں پہلے 1614 میں نیکولاس ٹلپس (Nicolas Tulps) نے اپنی کتاب آبزرویشنز میڈیسینی (Obervationnes Medicinae) میں یہ لکھا تھا کہ وہ لوگ جو چائے کا روزانہ استعمال کرتے ہیں وہ درد سر، سردی زکام، دمہ (Asthma)، آنکھوں کا سوجن (Ophthalmia) اور سستی کے علاوہ معدے کی متعدد شکایتوں سے محفوظ رہتے ہیں اور لمبی عمر پاتے ہیں۔چائے چونکہ گرم پانی میں بنائی جاتی ہے لہٰذا پانی میں موجود جراثیم ختم ہوجاتے ہیں اور اس طرح پانی سے ہونے والی بیماریوں کے امکانات کم ہوجاتے ہیں۔چائے جو گرم پی جاتی ہے اس کی تاثیر ٹھنڈی ہوتی ہے لہٰذا گرم چائے جسم کو ٹھنڈک پہنچاتی ہے۔چائے اور کافی (Coffee) دونوں میں کیفین (Caffeine) موجود ہوتا ہے جس کے اثرات انسان میں گھبراہٹ یا بے چینی اور نیند نہ آنے کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں مگر چائے میں اس کیفین کی ضد یعنی ٹنین (Tannin) نامی مادہ بھی موجود ہوتا ہے لہٰذا کیفین کا اثر زائل ہوجاتا ہے۔اس لحاظ سے کافی البتہ نقصان دہ ہے مگر چائے نہیں۔چائے کے مختلف اجزا میں ایک جزو فلورائڈ کا بھی ہوتا ہے۔یہ فلورائڈ دانتوں کو صحت بخشتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ زیادہ تر ٹوتھ پیسٹ میں فلورائڈ کا استعمال کیا جاتا ہے۔کئی جگہوں پر پانی کی سپلائی میں بھی فلورائڈ شامل کیا جاتا ہے مگر ایسی جگہوں پر جہاں پانی میں فلورائڈ شامل نہ ہو یا استعمال میں آنے والی منجن یا ٹوتھ پیسٹ میں فلورائڈ موجود نہیں ہو تو ایسی صورت میں یہ کمی چائے سے پوری جاسکتی ہے۔

تحقیق سے یہ بات بھی ثابت ہوئی ہے کہ چائے خون میں کالسٹرول کو بڑھنے سے روکتی ہے۔چائے خون کے انجماد (Coagulation) کو کم کرتی ہے اور خون کی روانی میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔چائے میں نمک کی مقدار بہت کم ہوتی ہے جو اچھی صحت کے لیے ایک مثبت پہلو ہے۔نمک کی زیادتی سے بہت سی تکالیف پیدا ہوتی ہیں۔اس کے برعکس پوٹاشیم کی موجودگی جسم کے لیے نہایت ضروری ہے، جو چائے میں پائی جاتی ہے۔اگر غذا میں پوٹاشیم کی کمی ہو تو یہ کمی چائے سے پوری ہوسکتی ہے۔چائے کے حوالے سے کی گئی تحقیقات میں یہ بات بھی ابھر کر سامنے آئی ہے کہ چائے میں کینسر جیسے مرض کے تئیں قوت مدافعت بھی موجود ہے۔اس کے اجزاء کینسر کو پھیلنے سے روکنے میں مددگار ثابت ہوئے ہیں۔امریکی سوسائٹی آف مائیکرو بایولوجی (American Society of Microbiology) کے ملٹن شیفین بائر (Milton Shaffin Boyer) کے مطابق ہری چائے وائرس کا مقابلہ بہتر طور پر کرسکتی ہے۔چائے میں پولی فینائلس (Polyphenyls) نامی کیمیکل کی موجودگی سے سانسوں میں بدبو پیدا کرنے والے جراثیم کا خاتمہ ہوتا ہے۔یہ ضرور ہے کہ چائے میں جملہ خصوصیات کی موجودگی اس بات کی طرف واضح اشارے کرتی ہے کہ ہمیں چائے سے پرہیز کرنے کی کوئی ضرورت نہیں مگر جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ کسی بھی چیز کی زیادتی برے نتائج پیدا کرتی ہے لہٰذا چائے کے استعمال میں بھی اس بات کا خیال رکھیں۔

اس سلسلے میں چند اور باتیں جن کا خیال رکھنا چاہیے وہ یہ کہ چائے کا استعمال نہار منہ یا خالی پیٹ نہیں کریں۔چائے جس قدر مفید ہے اس کے کچھ نقصان دہ پہلو بھی ہیں ان میں خصوصیت سے زیادہ چائے نوشی صحت کے لیے مضر ہے، زیادہ میٹھی چائے پینے سے شوگر کے امراض پیدا ہوتے ہیں اس لئے زیادہ پکائی یا ابالی ہوئی گاڑھی چائے کے استعمال سے گریز کریں۔ایک دفعہ بنی ہوئی چائے کو دوبارہ گرم کرکے نہیں پئیں۔ایسی حالت میں اس میں موجود اجزا کے اثرات ختم ہوجاتے ہیں۔چائے بنانے میں اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ جب پانی ابال کو آجائے تو کیتلی کو چولھے سے اتار کر اس میں چائے کی پتی ڈالیں اور اسے مزید ابال نہ دیں۔کم دودھ اور کم شکر کا استعمال کریں۔ایسی چائے کے استعمال سے ہی ہمیں چائے کی خوبیوں کے فوائد حاصل ہوسکتے ہیں۔(ماخذ: کچھ سائنس سے، مصنف: ڈاکٹر عبیدالرحمٰن)

Volume:63/73,Issue:10 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

To

ہر شخص ہے خدا بننے میں مصروف
یہ تماشہ بھی خدا دیکھ رہا ہے (احمد شعیب)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF,PATNA 801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

بیت المقدس مسلمانوں کی مذہبی میراث

مفتی امانت علی قاسمی

اس روئے زمین پر اللہ کا پہلا گھر خانۂ کعبہ ہے اور دوسرا خانۂ خدا مسجد اقصی ہے، ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا یا رسول اللہ! سب سے پہلی مسجد کون سی ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا مسجد حرام، سوال ہوا اور دوسری؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد اقصی، پوچھا گیا ان دونوں کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا چالیس سال کا۔ یہ مسئلہ علماء کے درمیان اختلافی ہے کہ مسجد حرام کی تعمیر سب سے پہلے کس نے کی؟ ایک روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اور ایک روایت یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے۔ اسی طرح اس میں بھی اختلاف ہے کہ مسجد اقصی کی تعمیر سب سے پہلے کس نے کی ہے؟ ایک قول ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اور دوسری روایت ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے۔ لیکن زیادہ صحیح یہ ہے خانۂ کعبہ کی تعمیر حضرت ابراہیم نے اور بیت المقدس کی تعمیر حضرت یعقوب علیہ السلام نے کی ہے، اس لیے کہ ان دونوں کی عمر میں چالیس سال کا فاصلہ ہے، جب کہ حضرت ابراہیم اور حضرت سلیمان کی عمر میں کئی سو سال کا فاصلہ ہے۔

اسلام کے ابتدائی زمانہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے، مکہ میں تیرہ سال اور مدینہ ہجرت کرنے کے بعد سولہ یا سترہ مہینہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی ہے، اس لیے مسجد اقصی مسلمانوں کا قبلہ اول ہے، جس طرح مسجد حرام میں نماز پڑھنے کی فضیلت ہے اسی طرح مسجد اقصی میں نماز پڑھنے کی فضیلت ہے، مسجد حرام کی بنسبت مسجد اقصی میں ایک چوتھائی ثواب ملتا ہے، ایک روایت میں ہے مسجد حرام میں نماز پڑھنے کا ثواب ایک ہزار نمازوں کا ملتا ہے اور مسجد اقصی میں ڈھائی سو نماز پڑھنے کا ثواب ملتا ہے، یہ وہ جگہ ہے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کی امامت فرمائی ہے، سفر معراج کی پہلی منزل بیت المقدس ہے۔ بعض روایت میں ہے کہ معراج پر تشریف لے جاتے وقت ہی آپ نے انبیاء کی امامت فرمائی تھی۔ جب کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ معراج سے واپسی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس میں فجر کی نماز میں انبیاء کی امامت فرمائی، ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عبادت کی نیت سے کسی مسجد کا سفر کرنا درست نہیں ہے، سوائے تین مساجد کے: مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصی یہ وہ وجوہات ہیں جن کی بنیاد پر بیت المقدس سے مسلمانوں کا رشتہ ایمانی اور مذہبی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ مسلمان بیت المقدس کو فتح کر لیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی بہت جلد پوری ہوگئی اور 14ھ میں حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں حضرت عبیدہ بن الجراحؓ نے لشکر کشی کی اور فلسطین کا محاصرہ کرلیا، اس وقت اس کا نام ایلیا تھا، چالیس روز کے محاصرے کے بعد یہودی مصالحت کے لیے تیار ہوگئے، لیکن ان کی شرط تھی کہ مصالحت پر دستخط مسلمانوں کے خلیفہ خود آ کر کریں، حضرت عمر فاروقؓ نے صحابہ سے مشورہ کیا اور فلسطین تشریف لے آئے اور معاہدہ پر دستخط فرمادیے، جس کی رو سے بیت المقدس پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا اور یہودی جزیہ دے کر مسلمانوں کے زیر سایہ رہنے لگے۔

ایک زمانے تک بیت المقدس مسلمانوں کے قبضہ میں رہا، پانچویں صدی ہجری میں سلجوقی حکومت کا فاطمی حکومت سے مقابلہ ہوا اور فاطمیوں نے ان سے بیت المقدس اپنی تحویل میں لے لیا، اس کے بعد ۴۹۳ھ میں پہلی صلیبی جنگ ہوئی اور بیت المقدس صلیبیوں کے ہاتھ میں چلا گیا، اس کی بازیابی کے لیے اللہ تعالی نے سلطان صلاح الدین ایوبی کو پیدا فرمایا، صلاح الدین ایوبی یہ دیکھ کر کہ جس بیت المقدس کے ساتھ مسلمانوں کا والہانہ رشتہ رہا ہے، آج وہ غیروں کے ہاتھوں میں ہے وہ تڑپ جاتے ہیں، ان آنکھیں نم ہو جاتی ہیں، ان کے چہروں پر ہمیشہ غم کے آثار رہتے ہیں بالآخر وہ ایک مضبوط فوج تیار کر کے بیت المقدس کی بازیابی کا عزم مصمم کر لیتے ہیں اور سلطان کے عزم و استقلال کے آگے صلیبی فوجیں ڈھیر ہو جاتی ہیں، مقابلہ تو خوب ہوتا ہے، مسلمان بڑی تعداد میں شہید ہوتے ہیں، عیسائی بیت المقدس کے ارد گرد بہت مضبوط قلعہ تعمیر کرتے ہیں، جسے عبور کرنا بہت مشکل ہوتا ہے، لیکن ایوبی کی ہمت اور عزیمت کے آگے مضبوط قلعہ مسمار ہو جاتا ہے اور نوے سال کے عرصے کے بعد ۵۸۳ھ میں بیت المقدس پر دوبارہ اسلامی پرچم لہرانے لگتا ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے بیت المقدس کے فتح ہونے کے بعد وہاں ایک مصلی تعمیر کروایا تھا، پھر اموی خلیفہ عبد الملک بن مروان نے اس سادہ مصلی کو از سر نو تعمیر کرایا اور اس کے شمالی جانب میں ایک قبہ بھی تعمیر کرنے کا حکم دیا، لیکن ان کی زندگی نے وفا نہ کی اور یہ کام ان کے ہاتھوں تکمیل کو نہ پہنچ سکا، پھر ان کے بیٹے ولید بن عبد الملک نے المصلی الجامع اور قبۃ الصخرا کو عالی شان انداز میں تعمیر کیا۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ بیت المقدس ایک بہت بڑے احاطہ کا نام ہے، جس کی چاروں طرف سے مضبوط دیواروں کے ذریعہ گھیرا بندی کی گئی ہے اور یہ حصہ غیر مسقّف ہے، اس میں المصلی الجامع اور قبۃ الصخرا کے علاوہ اور بھی چیزیں تعمیر کی گئی ہیں اور ہر دور میں مسلم حکم رانوں نے مسجد حرام کی طرح بیت المقدس کی تعمیر و تزئین کاری کے ذریعہ فن تعمیر کی عظیم شاہ کاری کا مظاہرہ کیا ہے، آج کل جو بیت المقدس کی تصویر دکھائی دیتی ہے وہ درحقیقت قبۃ الصخرا کی تصویر ہے، بیت المقدس تو بہت بڑے رقبہ پر پھیلا ہوا ہے، یہودیوں کے سلسلہ میں اتنا کہہ دینا کافی ہے اسلام کے ابتدائی زمانہ سے وہ مسلمانوں کے دشمن ہیں، انہوں نے عہد نبوی میں بد عہدی کی، اس کے علاوہ اسلام کو جس طرح نقصان پہنچا سکتے تھے اس سے دریغ نہیں کیا، قرآن نے ان کی عداوت و دشمنی کے سلسلے میں مختلف آیتیں نازل کی ہیں، یہودی فلسطین پر اپنا حق مانتے ہیں اور بیت المقدس کی جگہ پر ہیکل سلیمانی تعمیر کرنا چاہتے ہیں، اسلام سے قبل یہودی فلسطین میں آباد تھے، لیکن ۱۳۵ء میں رومی شہنشاہ ہیڈریان نے یہودیوں کو فلسطین سے جلاوطن کر دیا تھا، ۱۷۰۰ برس تک یہودیوں کو یہاں آباد ہونے کی اجازت نہیں تھی، اس مدت میں صرف نوے سال تک بیت المقدس عیسائیوں کے قبضہ میں رہا، سب سے پہلی مرتبہ ۱۸۸۰ء میں کچھ یہودی خاندان فلسطین میں آ کر آباد ہوئے، پھر ۱۸۹۷ء میں یہودی تحریک معرض وجود میں آئی، جس کا مقصد فلسطین پر قبضہ کرنا اور ہیکل سلیمانی تعمیر کرنا تھا، ۱۹۰۱ء میں ہرٹزل نے ترکی خلیفہ سلطان عبد الحمید کو لالچ دیا، اس وقت فلسطین خلافت عثمانیہ کی ماتحتی میں تھا کہ آپ فلسطین میں یہودیوں کے مملکت کے قیام کی اجازت دے دیجیے، یہودی ترکی کا سارا قرضہ چکا دیں گے۔ لیکن سلطان عبد الحمید نے نہ صرف ان کے پیش کش کو ٹھکرا دیا، بلکہ ان کی غیرت ایمانی جوش میں آ گئی، انہوں نے کہا ہم اس وطن کی ایک بالشت زمین بھی اس وقت تک نہیں دیں گے جب تک کہ اس پر ہمارا خون نہ بہ جائے، یہودی اس بات پر سلطان کے مخالف ہوگئے اور ۱۹۰۸ء میں سازش کے ذریعہ ان کو معزول کر دیا گیا ۱۹۱۴ء میں جب پہلی جنگ عظیم برپا ہوئی تو برطانیہ نے دو قومی نظریہ کے ذریعہ عربوں اور ترکوں میں منافرت پیدا کر دی اور عرب برطانیہ کے اور ترکی جرمنی کی حلیف ہو گئے، اس دوران وائزمین نامی ایک یہودی نے برطانیہ کو یہ پیش کش کی کہ اگر جرمنی پر فتح کی صورت میں فلسطین میں یہودیوں کا قومی وطن بنا دیا جائے تو یہودی اس جنگ کا سارا خرچہ برداشت کرنے کو تیار ہیں اور ۱۹۱۷ء میں یہ خفیہ معاہدہ ہو گیا، جسے تاریخ میں اعلان بالفور کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، یہ معاہدہ برطانیہ دھوکے بازی اور بربریت کا عملی ثبوت ہے اور یہ وہ بدنما داغ ہے جسے انگریز کبھی دھو نہیں سکتے، اس لیے کہ عربوں کی زمین پر انگریزوں کو فیصلہ کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا ہے، پھر وہ انگریز شریف مکہ سے بھی وعدہ کر چکے تھے کہ عرب کی زمین پر عرب کی حکومت ہوگی، اسی معاہدے کی وجہ سے شریف مکہ نے ترکی کے خلاف بغاوت کی تھی، جس کی وجہ سے فلسطین اور عراق پر برطانیہ کا قبضہ ہوا تھا، لیکن مسلمانوں سے کیا گیا وعدہ نظر انداز کر کے فلسطین یہودیوں کو دے دیا گیا۔

۱۹۱۷ء میں فلسطین کی یہودی آبادی چھپن ہزار تھی، لیکن اعلان بالفور پر عمل ہونے کی وجہ سے ۱۹۲۱ء میں یہودی آبادی ۸۳/ ہزار تک پہنچ گئی اور بڑی تیزی سے یہودی آباد ہونے لگے، ۱۹۲۲ء سے ۱۹۴۷ء کا زمانہ برطانوی انتداب کا زمانہ ہے، جس میں یہودیوں کو بسانے کا کام منظّم طور پر کیا جاتا ہے اور فلسطین کی زمین خریدنے کے لیے خزانے کے منھ کھول دیے جاتے ہیں، اب یہودیوں کی آبادی چار لاکھ سے تجاوز کر جاتی ہے، ۱۹۴۷ء میں برطانیہ نے مسئلہ فلسطین کو اقوام متحدہ میں پیش کر دیا اور اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے فلسطین کو عربوں اور یہودیوں کے درمیان تقسیم کر دیا اور فلسطین کا پچپن فیصد رقبہ یہودیوں کو اور پینتالیس فیصد رقبہ عربوں کو دے دیا، یہ تقسیم بالکل ظالمانہ تھی کہ عربوں کی زمین بلا کسی وجہ کے زبردستی یہودیوں کو دے دی گئی تھی، اس لیے عرب اس تقسیم سے راضی نہیں تھے، لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ یہودی بھی اس تقسیم سے راضی نہیں ہوئے چناں چہ انہوں نے لڑائی کے ذریعہ عرب کی باقی زمینوں پر قبضہ کرنا شروع کر دیا، ۱۴/ مئی ۱۹۴۸ء کو یہودیوں نے اپنے قومی وطن اسرائیل کا اعلان کر دیا، جسے امریکہ اور برطانیہ نے سب سے پہلے تسلیم کر لیا، اس وقت عرب ممالک نے اس تقسیم کی مخالفت کی اور کوششیں کی، لیکن یہودی جارحیت کے سامنے عربوں کی ایک نہ چلی، بالآخر ۱۹۶۷ء میں عرب اسرائیل جنگ کے نتیجہ میں بیت المقدس مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل گیا، بلکہ انہوں نے بیت المقدس کے علاوہ مصر کے صحرائے سیناء اور شام کے جولان کی پہاڑیوں پر بھی اپنا قبضہ جما لیا، اس طرح تیرہ سو سال جو بیت المقدس مسلمانوں کے قبضہ میں تھا یہودیوں کا اس پر قبضہ ہو گیا۔

اب ان کا منصوبہ یہ ہے کہ بیت المقدس کو منہدم کر کے ایک عظیم ہیکل سلیمانی وہاں پر تعمیر کیا جائے، اس کے لیے وہ منصوبہ بند کوششیں کر رہے ہیں، کبھی اس کے ارد گرد کھدائی کرتے ہیں، سرنگیں بناتے ہیں، تا کہ بیت المقدس کی بنیادوں کو کھوکھلا کیا جا سکے، بیت المقدس میں موجود قبروں کے نشان یا اس کے اسلامی نشان کو مٹا رہے ہیں، اس شہر سے اسلام کے نشان کو مٹانے کے لیے مسجدوں کو مسمار کر رہے ہیں، وہاں موجود مسلمانوں کو جبر و تشدد کے ذریعہ فلسطین چھوڑنے پر مجبور کیا جاتا ہے، کبھی بیت المقدس میں آگ لگا دی جاتی ہے، گویا ہر طرح بیت المقدس کو نیست و نابود کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے، لیکن قربان جائیے فلسطینی مسلمانوں پر کہ بے سروسامانی کے عالم میں اپنے حقوق کے لیے لڑ رہے ہیں، اپنی ہمت کا مظاہرہ کر رہے ہیں، نوجوان اور بچے بھی اس جنگ میں پیچھے نہیں ہیں، اپنی جان کی بازی لگا کر بیت المقدس کی بازیابی کی جدوجہد کر رہے ہیں۔ (بقیہ: ۱۴/ پر)

☆اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے، فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں، مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر آپ سالانہ یا ششماہی زر تعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کر دیں۔ رابطہ اور واٹس اَپ نمبر 9576507798
A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168,Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
نقیب کے شائقین نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ (محمد اسعد اللہ قاسمی منیجر نقیب)
WEEK ENDING-06/03/2023, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com, Web. www.imaratshariah.com,
نقیب قیمت فی شمارہ -/8 روپے ششماہی -/250 روپے سالانہ -/400 روپے